بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشریتِ

انبیاء ورسل کی بحث

﴿تالیف﴾

سید محمد حسنین زیدی برستی

﴿ناشر﴾

ادارہ نشرواشاعت حقائق الاسلام

لاہوری گیٹ چنیوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب — بشریت انبیاء ورسل کی بحث

نام مولف — سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر — ادارہ نشر و اشاعت حقائق الاسلام چنیوٹ

تعداد — ایک ہزار

مطبع — معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور

کمپوزنگ — ڈاکٹر سید انتظار مہدی زیدی

ایڈمنسٹریٹر: فاسٹ کمپیوٹر انفارمیشن ٹیکنالوجی ہوم چنیوٹ

احقر

سید محمد حسین زیدی برستی

مین ڈاکخانہ روڈ لاہوری گیٹ چنیوٹ ضلع جھنگ

پیش لفظ

قارئین محترم ! شیعیت اسلام حقیقی کا ہی دوسرا نام ہے اور اسلام حقیقی صرف وہی ہے جو خدا کی کتاب میں ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں ہے اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے ارشاد میں ہے۔ اور وہ بات جو نہ خدا کی کتاب میں ہے نہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں ہے اور نہ وہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے ارشاد میں ہے وہ نہ تو اسلام ہے اور نہ ہی وہ شیعیت ہے۔

خداوند تعالیٰ نے انبیاء ورسل اور ہادیان دین اور آئمہ معصومین کو قرآن میں بشر کہا ہے۔ انسان کہا ہے۔ بنی آدم کہا ہے اور رجل یعنی مرد کہا ہے اور پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود انکی زبانی یہ اعلان کروایا ہے کہ:

"قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد"۔ (الکھف۔110)

اس آیت کے بزرگ علماء شیعہ نے جو ترجمے کیے وہ اس طرح ہیں۔

نمبر 1۔ حجۃ الاسلام سرکار علامہ سید صفدر حسین نجفی صاحب کا ترجمہ

"کہدو میں تم جیسا بشر ہوں (البتہ میری خصوصیت یہ ہے کہ) مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی ہے"۔

نمبر 2۔ علامہ سید ذیشان حسین جوادی صاحب کا ترجمہ۔

"آپ کہ دیجیے کہ میں تمہارا ہی جیسا ایک بشر ہوں مگر میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا ایک اکیلا ہے"۔

نمبر 3۔ مولانا مقبول احمد صاحب کا ترجمہ۔

"اے رسول تم یہ کہ دو کہ بحیثیت مخلوق میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں فرق یہ ہے کہ میری

طرف وحی کیجاتی ہے کہ تمہارا معبود، معبود یکتا ہے۔

نمبر 4۔ انتشارات کتابخانہ سنائی و دار القران ایران کا فارسی ترجمہ۔

"اے رسول بگو بامت کہ من مانند شما بشری ہستم (دعویٰ احاط بجہانہائے نامتناہی و کلیہ کلمات الٰہیہ نکنم تنہا فرق من با شما ایں است) کہ بمن وحی می رسد کہ خدائے شما خدائے یکتا است"

اور اس فارسی ترجمہ کا اردو میں ترجمہ یہ ہے کہ

اے رسول اپنی امت سے کہ دو کہ میں تم جیسا ہی ایک بشر ہوں (میں نامتناہی جہانوں اور تمام کلمات الٰہیہ کا احاط کرنے کا دعوی نہیں کرتا تم میں اور مجھ میں صرف یہ فرق ہے کہ) مجھے وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا واحد و یکتا خدا ہے"۔

نمبر 5۔ حجۃ الاسلام سرکار علامہ شیخ محسن علی نجفی صاحب کا ترجمہ۔

"کہ دیجیئے، میں تم ہی جیسا انسان ہوں۔ مگر میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود تو بس ایک ہی ہے"۔

نمبر 6۔ سید العلماء الحاج سید علی نقی النقوی صاحب کا ترجمہ۔

"کہیے: کہ میں تو بس تمہاری طرح ایک انسان ہوں، (ہاں ایسا) جس کی طرف یہ پیغام آئے کہ تمہارا خدا ایک اکیلا خدا ہے۔

نمبر 7۔ مولانا حافظ فرمان علی صاحب کا ترجمہ جو انہوں نے خود کیا تھا اور جسے امامیہ کتب خانہ مغل حویلی اندرون موچی دروازہ نے شائع کیا تھا یوں ہے۔

"اے رسول کہ دو کہ میں بھی تمہارا ایسا ہی ایک آدمی ہوں (فرق اتنا ہے) کہ میرے پاس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود یکتا معبود ہے"

مولانا فرمان علی صاحب کے اس ترجمہ کے صحیح ہونے کی ہمارے جن پانچ بزرگ مجتہدین نے تصدیق فرمائی ہے انکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

1۔ حجۃ الاسلام سرکار نجم العلماء مولانا السید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد

2۔ حجۃ الاسلام سرکار مولانا السید محمد باقر صاحب قبلہ مجتہد

3۔ حجۃ الاسلام سرکار مولانا سید ظہور حسین صاحب قبلہ مجتہد

4۔ حجۃ الاسلام عمدۃ العلماء السید کلب حسین صاحب قبلہ مجتہد

5۔ حجۃ الاسلام صدر المحققین الادیب ناصر الملۃ والدین

شمس العلماء جناب مولانا السید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد

ہم نے مذکورہ سات بزرگ علمائے شیعہ کے تراجم اور پانچ بزرگ مجتہدین کی تصدیق اس لئے درج کی ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہو کہ شیعہ علماء و مجتہدین عظام کے نزدیک اسکا صحیح ترجمہ کیا ہے۔

قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کے لئے لازم ہے کہ سیاق وسباق کلام کو ملحوظ نظر رکھے اور اس بات کا خیال رکھے کہ یہ بات کیوں کہی جارہی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بشر ہونے کا ''انما'' کے حصر کے ساتھ اعلان کیوں کرایا جارہا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ سوائے اس کے نہیں ہے، یہی بات ہے، اور بس صرف یہی بات ہے، اس آیت کا سیاق وسباق کلام یہ ہے کہ اس سے پہلے خداوند تعالیٰ نے اپنے علم نامتناہی کو بیان فرمایا ہے لہذا اس سیاق وسباق کے پیش نظر دار القران ایران کا فارسی ترجمہ سب سے زیادہ صحیح مطلب کو بیان کرنے والا ہے اور اسی سیاق وسباق میں مولانا سید عمار علی صاحب سونی پتی کا ترجمہ تفسیر عمدۃ البیان میں سب پر فوقیت رکھتا ہے جسکی تصدیق سرکار علامہ محمد تقی ابن سید العلماء السید حسین ابن آیت اللہ فی العالمین السید دلدار علی صاحب قبلہ مجتہد نے فرمائی ہے جو اس طرح ہے:

''کہ تو اے محمد صلعم کہ نہیں ہوں میں مگر آدمی، مانند تمہارے جیسے کہ تم آدمی ہو، اور میں دعویٰ

نہیں کرتا ہوں اسکا کہ کلام الٰہی کا میں نے احاطہ کیا ہے لیکن مجھ میں اور تم میں اسقدر فرق ہے کہ بواسطہ جبرئیل وحی کیجاتی ہے طرف میری اور میں پیغمبر ہوں خدا کا۔ نہیں ہے معبود تمہارا۔ مگر ایک کہ شریک نہیں رکھتا ہے۔

دراصل اس آیت میں مذہب شیخیہ کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انکا علم انکے خمیر میں گوندھا گیا ہے۔ انکا علم انکا عین ذات ہے۔ جیسا کہ نمک کی نمکینی ہوتی ہے یا روغن میں چکنائی ہوتی ہے۔ خدا نے اسی عقیدہ باطل کے رد میں پیغمبر سے یہ اعلان کرایا ہے کہ میں تم ہی جیسا ایک بشر ہوں میرا علم ذاتی نہیں ہے بلکہ خدا نے جبرئیل کے ذریعہ جتنے علم کی وہ میرے لئے ضرورت سمجھتا تھا وحی کر کے عطا فرمایا ہے۔

قارئین محترم! خدا نے قران میں یہی کہا ہے۔ جبرئیل نے وحی کے ذریعہ یہی پہنچایا ہے تمام انبیاء و رسل ہادیان دین اور آئمہ معصومین نے اسی بات کا اقرار کیا ہے کہ وہ بشر ہیں، انسان ہیں، آدمی ہیں اور رجل یعنی مرد ہیں۔

لہذا اسلام حقیقی اور شیعیان حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء و رسل اور ہادیان دین اور آئمہ معصومین علیہم السلام سب کے سب بشر تھے۔ انسان تھے آدمی تھے اور رجل یعنی مرد تھے۔

قارئین محترم! قران کی نظر میں انسان اشرف المخلوقات ہے۔ انسان سے اشرف اور کوئی مخلوق ہے ہی نہیں اور محمد و آل محمد علیہم السلام اس اشرف المخلوقات نوع کے اشرف ترین وافضل ترین واکمل ترین افراد تھے لہذا انکی بشریت کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ اور قرآن کا انکار صریحاً کفر ہے۔

قارئین محترم! مذہب شیخیہ۔ مذہب شیعہ جعفریہ اثنا عشریہ سے اسی طرح جدا ہوا ہے جس طرح اہل سنت سے مرزائی قادیانی جدا ہوئے اور شیخ احمد احسائی کے زمانے کے نجف

اشرف اور کربلائے معلیٰ اور ایران کے تمام مراجع عظام نے شیخ احمد احسائی کے عقائد کی پیروی کرنے والوں کا نام اسی طرح سے مذہب شیخیہ رکھا تھا جیسا کہ ہندوپاک میں مرزا غلام احمد قادیانی کی پیروی کرنے والوں کا نام علمائے اہل سنت نے مرزائی اور قادیانی رکھا۔ ثبوت کے لئے ہماری شیخیت کی رد میں لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

قارئین محترم! مذہب شیخیہ کے دیگر باطل عقائد میں سے ایک باطل عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء ورسل اور آئمہ معصومین بشر نہیں تھے۔ انسان نہیں تھے اور اصلی آدمی نہیں تھے بلکہ انکی نوع جدا تھی اور محمد وآل محمد علیہ السلام کیونکہ عالمین کے ہادی اور نذیر تھے لہذا وہ ہر نوع کے پاس شکل بدل بدل کر ہر نوع کے لباس میں جاتے تھے اور انکی زبان میں ان سے خطاب کرتے تھے۔ یعنی اگر انسانوں کو ہدایت کرنی ہو تو انسانوں کی شکل بدل کر انسانوں کے لباس میں انسانوں کے پاس جاتے تھے اور انسانوں کی زبان میں ان سے کلام کرتے تھے۔ اور اگر حیوانوں کو ہدایت کرنی ہوتی تھی تو حیوانوں کی شکل میں اور حیوانوں کے لباس میں جاتے تھے اور ان سے ان کی زبان میں کلام کرتے تھے۔ (میں اس مقام پر تمام حیوانات کا نام ذکر کرنا اور انکی زبان کا بیان کرنا سوئے ادب سمجھتا ہوں لہذا آپ خود سمجھ لیں کہ شیخ احمد احسائی نے یہ فضیلت بیان کی ہے یا توہین کی ہے) اسی طرح نباتات وجمادات کی ہدایت کے لئے انکی شکل میں جا کر انکی زبان میں ان سے خطاب کرتے ہیں حالانکہ حیوانات ونباتات وجمادات کسی بھی فقہ اور شریعت میں مکلف نہیں ہیں، ہر نوع میں تنزل کر کے انکی شکل میں جا کر انکی زبان میں خطاب کرنے کے بیان کیلئے ملاحظہ ہو شیخ احمد احسائی کی کتاب شرح زیارت صفحہ 60 سطر 13 ومابعد۔

آج ہمارے منبروں پر مذہب شیخیہ کے ذاکرین وواعظین ومقررین ومجلس خوان حضرات غالب آگئے ہیں اور بے خوف وخطر اس عقیدہ کی تبلیغ کررہے ہیں۔ جنہیں روکنے

والا کوئی نہیں ہے۔اور سادہ لوح بے خبر اور لاعلم شیعہ عوام اس کفر وشرک کے عقیدہ میں دھنستے چلے جارہے ہیں اور عزاداری کرنے والے حضرات گمراہ کرنے کے اس عمل میں انکے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

قارئین محترم! اب ایک اور تازہ ظلم ہوا ہے، مصباح القران ٹرسٹ لاہور نے اور چاند کمپنی لاہور نے علیحدہ علیحدہ مولانا فرمان علی اعلی اللہ مقامہ کے نام سے جو قرآن شائع کئے ہیں ان میں مذکورہ آیت کے ترجمہ کو بدل دیا ہے مولانا فرمان علی کا اصل ترجمہ جو پانچ مجتہدین عظام کا مصدقہ ہے اور جو امامیہ کتب خانہ، مغل حویلی موچی دروازہ لاہور سے شائع ہوا تھا وہ اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔لیکن مصباح القران ٹرسٹ لاہور۔اور چاند کمپنی لاہور نے جو قران مولانا فرمان علی کے نام سے شائع کئے ہیں ان میں مذکورہ آیت کا ترجمہ بدل کر مذہب شیخیہ کے عقیدہ کے مطابق کردیا ہے جو اس طرح ہے ''اے رسول کہ دو کہ میں بھی تمہارا ایسا ہی (شکل وشباہت میں) ایک آدمی ہوں (فرق اتنا ہے کہ میری نوع جدا ہے اور) میرے پاس یہ وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود یکتا معبود ہے''۔

حالانکہ قران کریم کا کوئی لفظ اس مطلب پر دلالت نہیں کرتا کہ ''میں شکل وشباھت میں تم جیسا ہوں''۔اور نہ ہی کوئی لفظ ایسا ہے جس کا معنی ومطلب ومفہوم دور دور تک بھی یہ بنتا ہو کہ ''میری نوع جدا ہے'' اور نہ ہی سیاق وسباق کلام کا یہ تقاضا ہے'' یہ سہو یا بھول بھی نہیں ہے بلکہ ارادۃً ایسا کیا گیا ہے لہذا یہ خیانت مجرمانہ ہے اس لئے کہ پڑھنے والا یہ سمجھے گا کہ یہ مولانا فرمان علی اعلی اللہ مقامہ کا ترجمہ ہے اگر اس ترجمہ قران کو مولانا فرمان علی اعلی اللہ مقامہ کی طرف منسوب نہ کیا جاتا تو ہم اسے کم از کم تحریف اور خیانت مجرمانہ اور شیخی مبلغین کی شیعہ کتابوں میں مداخلت اور تحریف کا عمل تصور نہ کرتے اور اسے یا تو خود کسی شیخی عالم کا ترجمہ سمجھتے یا کسی فریب خوردہ، مذہب شخیہ کا ترجمہ قرار دیتے۔جیسا کہ مولانا

امداد حسین کاظمی نے ترجمہ قران خود اپنے نام سے شائع کیا ہے انہوں نے نہ صرف اس آیت کا ترجمہ یہی کیا ہے بلکہ انہوں نے حاشیہ میں تفسیری نوٹ لکھ کر چہاردہ معصومین علیہم السلام کے جداگانہ نوع کو ثابت کرنے کیلئے بڑا زور لگایا ہے اور قران کریم کی آیات کو غلط طور پر اپنے مطلب پر چپکایا ہے جیسا کہ مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تفسیر صغیر میں اپنے عقیدہ کے مطابق قرانی آیات کا مفہوم اور ترجمہ کیا ہے جسکا ہم نے اپنی کتاب معجزہ اور ولایت تکوینی کی بحث میں جواب دیا ہے۔ اسی طرح ہم نے مولانا امداد حسین کاظمی کے دلائل کا اپنی کتاب ''ولایت قران کی نظر میں'' جو رد ہے رئیس مذہب شیخیہ مرزا عبدالرسول احقاقی کی کتاب ''ولایت از دیدگاہ قران'' کا۔ رد و ابطال کیا ہے ملاحظہ ہو ہماری کتاب ''ولایت قران کی نظر میں'' صفحہ 349 و مابعد

اور ہر فرقے نے اپنے عقیدہ کے مطابق قران کا ترجمہ کیا ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''یہ لوگ قران کے خود امام بن گئے ہیں، قران کو اپنا امام نہیں مانا ہے'' ایسے ترجمہ کا رد کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ترجمہ قران کا ترجمہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے عقیدے کا بیان ہوتا ہے مولانا امداد حسین کاظمی نے چونکہ اپنا ترجمہ شیخی عقیدے کے مطابق کیا ہے اور اس کو اپنے تفسیری نوٹ میں ثابت کرنے کے لئے بڑا زور لگایا ہے احادیث کو تحریف کر کے چپکایا ہے، اور قران کی آیات کو غلط طور پر منطبق کیا ہے، لہذا ہم نے اسکا صرف جواب دینے پر اکتفا کیا ہے یعنی اس شیخی عقیدے کا رد کیا ہے لیکن مصباح القران ٹرسٹ لاہور نے اور چاند کمپنی لاہور نے جو ترجمہ شائع کیا ہے یہ خیانت مجرمانہ ہے ۔ یہ ایک اخلاقی جرم ہے اور یہ ایک قانونی جرم بھی ہے چونکہ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مولانا فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ کا عقیدہ یہ ہے کہ سارے انبیاء و رسل اور ہادیان دین اور آئمہ معصومین علیہ السلام بشر نہیں تھے، انسان نہیں تھے اور آدمی نہیں تھے ۔ جو خدا کی وحی

قران کے بیان پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے ارشاد کے خلاف ہے اور انکی مخالفت صریح کفر ہے۔ اور مذہب شیخیہ کے مبلغین مستقبل میں پاکستان کے سادہ لوح، بے خبر اور لاعلم شیعہ عوام کو یہ کہہ کر گمراہ کرینگے کہ یہ دیکھو مولانا فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انکی نوع جدا ہے۔

چونکہ میں اور پاکستان کے بہت سے شیعہ مولانا فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ کے عقیدت مند ہیں، اور چونکہ مصباح القران ٹرسٹ لاہور اور چاند کمپنی لاہور کے اس بدلے ہوئے ترجمہ سے انکو مذہب شیخیہ کے اس باطل عقیدہ کا حامل ثابت کیا جا سکے گا، اور یہ ان پر ایک بہت بڑی تہمت اور ایک عظیم بہتان ہوگا، لہذا اس سے مولانا فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ کی انتہائی توہین اور ہتک ہوئی ہے اور اس سے میرے اور مولانا فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ کے دوسرے عقیدت مند شیعیان پاکستان کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچی ہے۔ لہذا میں نے دونوں ناشرین کو اپنے وکیل کے ذریعہ زیر دفعہ 295-A تعزیرات پاکستان اور کاپی رائٹ آرڈی نینس کی دفعہ 66 A , 66 B , 66 C اور 66 D کے تحت دعویٰ کرنے کے لئے نوٹس دیدیئے ہیں اور اگر مذکور نوٹس پر عملدرآمد نہ ہوا تو میں مذکورہ دفعات کے تحت مقدمہ کرنے کے لئے عدالت میں جاؤں گا۔

احقر

سید محمد حسین زیدی برستی

ادارہ نشر واشاعت حقائق الاسلام

لاہوری گیٹ چنیوٹ ضلع جھنگ

بشریتِ انبیاء ورسل کی بحث

آدم علیہ السلام پہلے بشر تھے اور پہلے نبی تھے

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم،الحمد للہ رب العالمین ،والصلواۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین و آلہ الطیبین الطاھرین المعصومین. اما بعد فقد قال الحکیم فی کتابہ الکریم. بسم اللہ الرحمن الرحیم.

"اذقال ربک للملائکۃ انی خالق بشراً من طین"۔(سورۃ ص۔71)

ترجمہ:"(اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں"۔

اس کے بعد آیت نمبر 72 تا 74 کا ترجمہ یہ ہے کہ" جب میں اسکو درست کرلوں اور اس میں اپنی پیدا کی ہوئی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔ سوتمام کے تمام فرشتوں نے تو سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے تکبر کیا اور کافر ہو گیا"

سورہ الحجر کی آیت نمبر 26 تا 31 میں بھی اس واقعہ کو دہرایا گیا ہے وہاں "بشراً من طین" یعنی گیلی مٹی کے بجائے "بشراً من صلصال من حماٍ مسنون" ہے (الحجر 28) یعنی خمیر دی ہوئی سڑی ہوئی مٹی سے جو سوکھ کر کھن کھن بولنے لگے اور اس سے پہلے آیت نمبر 26 میں یہ کہا کہ: "ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماٍ مسنون" یعنی ہم نے انسان کو خمیر دی ہوئی سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ اور سورہ طہٰ میں ارشاد ہوا "واذقلنا للملائکۃ اسجدو الآدم فسجدوا الا ابلیس ابی"(طہٰ 111) یعنی اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو

سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔اور سورہ بنی اسرائیل میں اسطرح آیا ہے کہ: ''واذقلنا للملائکۃ اسجدو الآدم فسجدوا الا ابلیس قال ء اسجد لمن خلقت طینا'' (بنی اسرائیل 61)

اور جب ہم نے فرشتوں سے یہ کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب کے سب فرشتوں نے تو سجدہ کیا مگر ابلیس (نے سجدہ نہ کیا) وہ غرور سے کہنے لگا کیا میں اس کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

ایک ہی واقعہ کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کا فائدہ

خداوند تعالیٰ نے ایک ہی واقعہ کو کئی طریقہ سے بیان کیا ہے۔ پہلے کہا میں گیلی مٹی سے بشر بنانے والا ہوں ۔دوسری جگہ کہا کہ میں ایک انسان کو خمیر دی ہوئی سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں تیسری جگہ فرمایا کہ یہ خمیر دی ہوئی سڑی ہوئی مٹی سے پیدا ہونے والا انسان بشر ہے اور چوتھی جگہ ارشاد فرمایا کہ یہ بشر یا انسان جس کے خلق کرنے کا اعلان کیا گیا ہے کوئی اور بشر نہیں ہے بلکہ یہ آدم علیہ السلام ہیں اس واقعہ کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ شیاطین شیخیہ احقاقیہ کویت کے پیروکار اور انبیاء و رسل کو جداگانہ نوع کہنے والے اور انہیں بشر یا انسان نہ ماننے والے اب قرآن کے مقابلہ میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ بشر کہا ہے انسان تو نہیں کہا، یا یہ کہ یہ بشر اور انسان کوئی اور تھا آدم علیہ السلام نہیں تھے لہٰذا مختلف مقامات پر مختلف طریقوں سے بیان کر کے اچھی طرح سے سمجھا دیا کہ یہ قصہ آدم علیہ السلام کا ہے اور آدم علیہ السلام حتماً و یقیناً بشر تھے اور انسان تھے اور آدم علیہ السلام زمین پر بھیجے جانے والے سب سے پہلے نبی ہیں۔ لہٰذا جو آدم علیہ السلام کو نبی نہ مانے یا انہیں بشر یا انسان نہ کہے وہ خدا کو جھوٹا سمجھتا ہے۔ وہ قرآن کو جھوٹا سمجھتا ہے اور خود پیغمبر گرامی اسلام کو

جھوٹا کہتا ہے اور خدا کو اور قرآن کو اور پیغمبر گرامی اسلام کو جھوٹا کہنا یقیناً کفر ہے۔

آدم علیہ السلام سب سے پہلے نبی ہیں

ارشاد خداوندی ہے: "ان اللہ اصطفی آدم ونوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریة بعضھا من بعض" (آل عمران 33-34)

بیشک اللہ نے آدم علیہ کو اور نوح علیہ السلام کو اور آل ابراھیمؑ کو اور آل عمرانؑ کو برگزیدہ کیا ہے۔ اصطفیٰ کیا ہے۔ مصطفیٰ بنایا ہے یہ بعض بعض کی ذریت ہیں۔ بعض بعض کی اولاد ہیں یعنی آل عمرانؑ، آل ابراھیمؑ کی اولاد ہیں، آل ابراھیمؑ نوحؑ کی اولاد ہیں اور نوحؑ آدمؑ کی اولاد ہیں۔

سارے نبی آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں

خداوند تعالیٰ سورہ مریم میں بہت سے انبیاء کا قصہ بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے:

"اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبین من ذریة آدم وممن حملنا مع نوح وذریة ابراھیم واسرائیل وممن ھدینا واجتبینا"۔ (مریم 59)

یہ سارے انبیاء (جن کا قصہ اوپر بیان ہوا ہے) وہ ہیں جنہیں خدا نے نعمت (نبوت) عطا کی یہ سب کے سب آدم کی اولاد سے ہیں اور (آدم کے بعد) انکی نسل سے ہیں جنہیں ہم نے طوفان کے وقت نوح کے ساتھ کشتی پر سوار کرلیا تھا اور ابراھیم ویعقوب کی اولاد سے ہیں اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنکو ہم نے ھدایت کی اور ان کا اجتبا کیا اور انہیں مجتبےٰ بنایا۔

اور سورہ السجدہ میں ارشاد ھوتا ہے

"الذی احسن کل شی خلقه وبداخلق الانسان من طین ثم جعل نسله من سللة من ماءِ مهین" (السجدہ۔ 7-8)

وہی تو ہے جس نے جو چیز بھی بنائی خوب اور درست بنائی۔ اور انسان کی ابتدائی خلقت تو مٹی سے کی پھر اسکی نسل (مٹی کے یا انسانی جسم کے) خلاصہ یعنی (نطفے جیسے) حقیر پانی سے چلائی''۔

سارے انسانوں میں صرف آدم علیہ السلام وہ ہستی ہیں جن کا نہ کوئی باپ تھا اور نہ ہی کوئی ماں تھی۔ خدا نے انکا بدن مٹی سے بنایا اور پھر اپنی پیدا کی ہوئی روح ان کے بدن میں پھونک کر دیکھنے والا سننے والا اور سمجھنے والا انسان بنا دیا۔ آدم علیہ السلام کے بعد صرف ایک استثنا ہے۔ اور وہ حضرت عیسےٰ ہیں جنہیں خدا نے حضرت مریم سے بغیر باپ کے پیدا کیا۔ جو شخص حضرت عیسےٰ کا کسی کو باپ کہے وہ کافر ہے چاہے کسی انسان کو انکا باپ کہے اور چاہے خدا کو انکا باپ کہے وہ کافر ہے۔ اور جو شخص حضرت عیسےٰ کے سوا کسی اور کو بغیر باپ کا کہے وہ خدا کو، پیغمبر گرامی اسلامؐ کو اور قرآن کو جھوٹا کہتا ہے۔ اور خدا اور پیغمبر گرامی اسلامؐ کو اور قرآن کو جھوٹا کہنا یا سمجھنا کفر ہے۔ پس حتماً و یقیناً پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد بزرگوار حضرت عبداللہ تھے اور آنحضرت انکے فرزند تھے۔ حضرت علیؑ کے والد بزرگوار حضرت ابو طالب تھے اور حضرت علیؑ انکے فرزند تھے۔ جو آنحضرت صلعم کو حضرت عبداللہ کا فرزند نہیں مانتا اور حضرت علیؑ کو حضرت ابو طالبؑ کا فرزند نہیں مانتا وہ خدا کو جھوٹا سمجھتا ہے۔ وہ قرآن کو جھوٹا سمجھتا ہے۔ اور خدا کو، قرآن کو اور پیغمبر گرامی اسلام کو جھوٹا سمجھنا کفر ہے۔

تمام انواع اپنی نوع کی حفاظت کرتے ہیں

ایک مشہور شعر کا مصرع ہے کہ:

ع۔ گندم از گندم بروید جوز جو

یعنی گندم سے گندم ہی اُگتی ہے اور جو سے جو ہی اُگتی ہے

پس کسی بھی نوع سے کوئی دوسری نوع پیدا نہیں ہوتی۔ اگر نبوت ورسالت وامامت انسانوں اور بشر سے جدا اور علیحدہ کوئی اور نوع ہوتی۔ تو ہر نبی سے سارے نبی ہی پیدا ہوتے اور کسی غیر نبی سے نبی پیدا نہ ہوتا۔ بالفاظ دیگر اگر نبوت کوئی علیحدہ نوع ہوتی تو حضرت آدمؑ کی اولاد ساری کی ساری نبی ہوتی۔ اور حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالبؑ حتماً و یقیناً بشر تھے۔ انسان تھے اور بنی آدم تھے۔ اور یقینی طور پر وہ نبی نہ تھے۔ لہذا نہ حضرت عبداللہ کے آنحضرت صلعم کو پیدا ہونا چاہیے تھا۔ اور نہ ہی حضرت ابوطالبؑ کے حضرت علی علیہ السلام کو پیدا ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ بشر کے صرف بشر اور انسان کے صرف انسان ہی پیدا ہوتے ہیں اور جب خدا بھی یہی کہتا ہے جس نے انسان کو خلق کیا، قرآن بھی یہی کہتا ہے جسے خدا نے نازل کیا، اور سارے انبیاء ورسل بھی یہی اعلان کرتے رہے کہ وہ یقینی طور پر بشر ہیں اور انسان ہیں لہذا انکے بشر ہونے کا انکار اور انکو انسان نہ ماننا خدا کو قرآن کو اور سارے انبیاء ورسل کو جھوٹا سمجھنا ہے اور خدا کو قرآن کو اور سارے انبیاء ورسل کو جھوٹا سمجھنا یا جھوٹا کہنا کفر ہے، مگر ہماری مجالس میں برسر منبر انکی بشریت کا انکار ایک لازمی چیز بن چکا ہے، جس کے بغیر مجلس میں واہ واہ ہی نہیں ہوتی، یہودیوں نے تو حضرت عزیزؑ کو انکے معجزات کی وجہ سے خدا مان لیا تھا، عیسائیوں نے بھی حضرت عیسےؑ کو انکے معجزات کی وجہ سے ہی خدا مان لیا تھا اور نصیریوں نے بھی حضرت علیؑ کو انکے معجزات کی وجہ سے ہی خدا مانا تھا۔ لہذا انہوں نے تو ان کے بشر ہونے اور انسان ہونے کا انکار کرنا ہی تھا۔ مگر معلوم نہیں شیعیان جعفریہ اثنا عشریہ کے بہت سے لوگوں کی عقل ٹخنوں میں کیوں چلی گئی ہے جو انہوں نے انکے بشر اور انسان ہونے کا انکار کر دیا۔ حالانکہ معجزہ ایک سند ہے، جو خدا اس بشر اور انسان کے ہاتھ پر جسے وہ نبوت ورسالت کا منصب عطا کرتا ہے، اس لئے دکھاتا ہے، تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ میرا بھیجا ہوا ہے۔ یہ اپنی طرف سے میرا نبی یا رسول ہونے کا جھوٹا دعوی نہیں

کر رہا ہے۔ اور سارے انبیاء و رسل یہی کہتے آئے ہیں کہ نبوت و رسالت و امامت کوئی نوع نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک منصب ہے جسے خدا بشر اور انسان ہی کو عطا کرتا ہے۔

لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبوت و رسالت و امامت ایسا منصب ہے جسے خدا جسکو چاہے چلتے پھرتے تھمادے۔ چاہے وہ زمانہ جاہلیت کا چیمپین ہو اور اسلام کے ظہور کے بعد اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن رہا ہو۔ اور خدا ایسے شخص سے کہے کہ لو میاں اب تم ہمارا کام کیا کرو اور لوگوں کے پاس ہمارے پیغام پہنچایا کرو۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ نبوت و رسالت و امامت علیحدہ علیحدہ مناصب ضرور ہیں جنہیں وہ عطا تو بشر اور انسان ہی کو کرتا ہے مگر انکے عطا کئے جانے کا ایک خاص معیار ہے جس کا بیان آگے چل کر آئیگا۔

انبیاء علیہم السلام کو نبوت کب عطا ہوئی

خداوند تعالیٰ نے کچھ ایسے عہد و میثاق قرآن میں بیان کئے ہیں جن کے بارے میں بہت سے مفسرین نے یہ کہا ہے کہ یہ عہد و میثاق خداوند تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام ارواح کو خلق کرنے کے بعد لیا ان میں سے سب سے پہلا عہد و میثاق ربوبیت ہے۔ سورہ الاعراف کی آیت نمبر 172 اور آیت نمبر 173 میں اس عہد و میثاق کا بیان تفصیل سے آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی تمام اولاد کی ارواح سے خدا نے یہ عہد لیا، اور خود انہیں کو ان کے نفسوں پر گواہ بنا کر ان سے پوچھا کہ: "الست بربکم" بتاؤ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، خداوند تعالیٰ اس سوال کے بعد کہتا ہے کہ یہ عہد و میثاق آج عالم ارواح میں ہم نے تم سے اس لئے لیا ہے، تاکہ کہیں قیامت کے دن تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہمیں تو اس بات کا علم ہی نہیں تھا۔ یا یہ کہنے لگو کہ ہمارے آباؤ اجداد نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم انکے بعد انکی اولاد تھے لہذا ہم نے انکی پیروی کی۔

پس ہر فرد، ہر شخص اور ہر انسان کی ذمہ داری ہے یہ کہ اگر اس کے بزرگوں میں سے کوئی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا مانتا رہا ہو یا حضرت علی علیہ السلام کو خدا مانتا رہا ہو تو وہ انکی پیروی نہ کرے اور روز الست کے اپنے عہد و پیمان کا پاس کرتے ہوئے صرف اور صرف خدا ہی کو اپنا رب مانے۔ کیونکہ قبر میں سب سے پہلا سوال یہی ہوگا کہ "تیرا رب کون ہے"

دوسرا عہد و میثاق جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ خود ارواح انبیاء سے لیا۔ یہ وہ ارواح تھیں جنہوں نے "الست بربکم" "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" کے جواب میں "قالو بلیٰ" کہہ کر سبقت کی تھی اور والسابقون السابقون اولئک المقربون (سورہ الواقعہ) کے مطابق وہ مقرب بارگاہ الہٰی میں محسوب ہوئے اور خداوند تعالیٰ نے انکو منصب نبوت عطا فرمایا: ان ارواح انبیاء سے عہد و میثاق کا بیان قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے کہ: "واذاخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ وعیسےٰ ابن مریم واخذنا منھم میثاقاً غلیظا لیسئل اللہ الصادقین عن صدقھم واعد للکافرین عذابا الیما" (الاحزاب-7-8)

(اور اے رسول اس وقت کو یاد کرو) جب ہم نے تمام نبیوں سے (عام طور سے) اور (خصوصیت کیساتھ) تم سے اور نوح اور ابراھیم وموسیٰ وعیسےٰ ابن مریم سے عہد و پیمان لیا۔ اور ہم نے ان (انبیاء کی ارواح) سے سخت عہد لیا تھا تا کہ قیامت کے دن سچوں (یعنی انبیاء) سے انکی سچائی (یعنی تبلیغ) کا حال دریافت کرے اور (انکی بات نہ ماننے والے) کافروں کے لئے تو اس نے دردناک عذاب تیار کر ہی رکھا ہے،

قیامت کے دن رسولوں سے یہ پوچھنے کا بیان کہ انہوں نے ہمارے پیغام بندوں تک پہنچائے تھے یا نہیں سورۃ الاعراف میں بھی آیا ہے جہاں پر وہ کہتا ہے کہ:

فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین (الاعراف 6)

یعنی ہم ضرور ضرور ان لوگوں سے بھی (قیامت کے دن) پوچھیں گے جن کی طرف ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا (کہ تم نے انکا کہا مانا یا نہیں) اور ان لوگوں سے بھی ضرور ضرور پوچھیں گے جن کو ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا (کہ تم نے میرے احکام لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کردیئے تھے یا نہیں) پس "الست بربکم" کے عہد و میثاق کے بعد یہ دوسرا عہد ہے جو اس نے ان انبیاء ورسل سے لیا جن کو اس نے اپنے احکام دے کر اپنے بندوں کے پاس بھیجنا تھا۔

تیسرا میثاق تمام انبیاء کی امتوں سے لیا جو اس طرح ہے

"واذاخذالله میثاق النبین لما آتینکم من کتاب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به ولتنصرنه قال ء اقررتم واخذتم علی ذالکم اصری، قالو اقررنا قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین، فمن تولیٰ بعد ذالک فاولیک هم الفاسقون" (آل عمران-81)

جب اللہ نے انبیاء کے بارے میں عہد لیا (انکی اُمتوں سے) کہ میں تمہارے پاس انبیاء بھیج کر تمہیں کتاب وحکمت عطا کرونگا (تو تم سب اُسپر ایمان لانا اور اسکی پیروی کرنا) پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے گا جو اُس کی تصدیق کرے گا جو تمہارے پاس (سابقہ انبیاء کا پہنچایا ہوا) ہے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان بھی لانا اور اسکی مدد بھی کرنا۔ اس کے بعد خدا نے (بنی آدم کی تمام ارواح سے، اور تمام انبیاء کے زمانے میں آنے والی امتوں کی ارواح سے) پوچھا کہ کیا تمہیں اس بات کا اقرار ہے تو سب نے کہا ہاں ہم سب اس بات کا اقرار کرتے ہیں، اس پر خدا نے کہا تم سب بھی اس بات پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کا گواہ ہوں۔ پس جو کوئی اس عہد و پیمان کے بعد پھر جائیگا (اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان نہ لائیگا) تو وہ فاسقوں میں سے ہو جائیگا۔

یہ آیت بالفاظ واضح یہ بیان کررہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی تمام ارواح عالم ارواح میں یکجا موجود ہیں جن سے خدا دنیا میں بھیجنے سے پہلے عہد و پیمان لے رہا ہے۔ پہلے اپنی ربوبیت کا عہد و پیمان لیا کہ تم نے مجھ کو رب ماننا ہے میرے سوا اور کسی کو رب نہیں ماننا۔ پھر انبیاء و رسل کی ارواح سے عہد و میثاق لیا کہ تم نے میرے احکام میرے بندوں تک پہنچانے ہیں جس کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال کیا جائیگا پھر تمام انبیاء کی امتوں سے عہد و پیمان لیا کہ میں تمہارے پاس ان کے ذریعہ کتاب اور حکمت کی باتیں بھیجونگا تم انکی پیروی کرنا۔

اگرچہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر 81 کے الفاظ یہ ہیں کہ: واذاخذالله میثاق النبین جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ: ''اور جب لیا اللہ نے میثاق نبیوں کا'' لیکن اسکا مطلب بیان کرنے والے منبروں پر ''میثاق نبیوں کا'' کو یعنی کے ذریعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ میثاق نبیوں سے لیا، حالانکہ انبیاء کا میثاق سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 7 اور 8 کے حوالہ سے اوپر بیان ہو چکا۔ لہذا یہ میثاق نبیوں سے نہیں لیا بلکہ نبیوں کی امتوں سے لیا جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر التبیان میں واضح الفاظ میں منقول ہے کہ:

''روی عن ابی عبدالله (ع) انه قال تقدیره: واذاخذالله میثاق امم النبین بتصدیق کل امة نبیها والعمل بما جاء هم به وانهم خالفوهم فیما بعد. وماوفوا، وترکوا کثیراً من شریعته وحرفوا کثیراً منه''

(تفسیر التبیان، جلد 2 صفحہ 515)

یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے تمام نبیوں کی امتوں سے یہ عہد لیا کہ وہ اپنے اپنے نبی کی تصدیق کریں گی اور جو کچھ احکام وہ انکے پاس لیکر آئے اس پر عمل کرینگی۔ لیکن ان کی امتوں نے انکی مخالفت کی اور اپنے عہد کو پورا نہ کیا اور اسکی شریعت

کا اکثر حصہ ترک کر دیا اور بہت سا حصہ بدل دیا۔

تفسیر مجمع البیان میں بھی اسکی تفسیر میں یہی آیا ہے کہ: "اذاخذاللہ میثاق امم النبین" یعنی اللہ نے تمام انبیاء کی امتوں سے یہ عہد لیا، اور تفسیر عیاشی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے مبسوط معنی لکھنے کے بعد آنحضرت کا یہ قول درج ہے کہ تنزیل خدا اسی طرح تھی: "واذاخذالھہ میثاق امم النبین" مگر بعد میں لفظ امم گرادیا گیا اور ہم نے اپنی کتاب "اسلام پر سیاست وفلفسہ وتصوف کے اثرات اور اسلامی فرقوں کی پیدائش کا حال" میں تفصیل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ وہ روایات جن میں یہ کہا گیا ہے کہ "تنزیل خدا اسی طرح تھی" وہ زیادتی اسکی تفسیر وتوضیح تھی اور حضرت عثمان کے زمانہ تک آیت کی وہ تفسیر وتوضیح بھی قرآن کے ساتھ درج رہی اور وہ توضیح وتفسیر بھی خدا ہی نے نازل فرمائی تھی مگر حضرت عثمان نے قرآن سے تفسیر وتوضیح کے الفاظ ختم کرا کے بغیر توضیح وتفسیر کے قرآن جمع کرایا اور باقی قرآنوں کو جلا کر اپنا جمع کرایا ہوا نسخہ شائع کرایا۔

اور آیہ میثاق کا آخری حصہ خود دلیل ہے اس بات کی کہ یہ عہد و پیمان انبیاء کی امتوں سے ہی لیا گیا تھا، ورنہ انبیاء کے بارے میں: "فمن تولیٰ بعدذالک فاولئک ھم الفاسقون" نہیں کیا جا سکتا، یعنی جو کوئی یہ عہد و پیمان کر کے پھر جائیگا تو وہ فاسقوں میں سے ہو جائیگا لہذا حتماً حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی تفسیر درست ہے اور آیت میں "امم النبین" توضیح تھی جسے بعد میں حضرت عثمان کے زمانہ حکومت میں دوسری توضیحات کی طرح گرادیا گیا۔ اگرچہ لفظ امم النبین کے بغیر بھی اسکا معنی یہ ہیں کہ انبیا کے بارے میں عہد لیا گیا۔ اور گذشتہ انبیاء سے آنے والے رسول پر ایمان تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔ البتہ ہر آنے والا نبی گذشتہ انبیاء کی تصدیق کرتا تھا اور اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دیکر جاتا تھا جیسا کہ حضرت عیسےٰ نے اپنے

سے پہلے جو کچھ توریت میں آیا تھا اسکی تصدیق کی اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دی۔ (الصفٰت۔6)

چوتھا عہد و پیمان بلا امتیاز ہے جو سارے بنی آدم سے لیا گیا اور یہ اعلان سارے بنی آدم کی ارواح کے سامنے کیا گیا کہ: "**یا بنی آدم امایاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقیٰ واصلح فلاخوف علیھم ولا ھم یحزنون**". (الاعراف۔35)

یعنی اے آدم کی اولاد تمہارے پاس (تمہیں میں سے میرے بھیجے ہوئے رسول آیا کریں گے تو) جب بھی تمہارے پاس میرے بھیجے ہوئے رسول آئیں اور تمہارے پاس میرے احکام پڑھ پڑھ کر سنائیں (تو تم ان پر ایمان لانا اور انکی پیروی کرنا) تو تم میں سے جو کوئی میری نافرمانی سے بچا رہے گا اور اعمال صالحہ بجالائیگا تو اس کو (روز قیامت) نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی حزن وملال۔

ان تمام عہد و پیمان سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ سب عہد و پیمان عالم ارواح میں لئے گئے تمام ارواح کو عالم ارواح میں خلق کر کے پہلے ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا پھر ان ارواح میں سے جن ارواح نے سبقت کی اور بڑھ کر اقرار ربوبیت کیا انہیں منصب نبوت عطا کیا۔ یعنی عالم ارواح میں بھی یہ منصب کسی استحقاق کے بغیر عطا نہیں کیا، اور ان ارواح کو منصب نبوت عطا کر کے ان سے یہ عہد لیا کہ وہ ہمارے احکام ہمارے بندوں تک پہنچایا کرینگے جس کے لئے روز قیامت ان سے سوال کیا جائیگا پھر تمام انبیاء کی امتوں سے عہد لیا کہ وہ اپنے اپنے نبی پر ایمان لائیں گے اور ہمارے جو احکام وہ تمہارے پاس پہنچائیں اس پر عمل کریں گے اور سب سے آخر میں جو رسول آئے اسکی نبوت ورسالت پر ایمان لانا تمام اولاد آدم پر واجب ہوگا، وہ کسی خاص قوم یا قبیلہ کے لئے نہ ہوگا بلکہ وہ رسول تمام اولاد آدم

کیلیئے ہوگا لہذا تمام اولاد آدم کے لئے لازم ہے کہ وہ اس پر ایمان بھی لائے اور اسکی نصرت بھی کرے۔

اور عالم ارواح میں تمام ارواح کو یا بنی آدم کے خطاب کے ذریعہ مخاطب کرنا یہ ثابت کرتا ہے۔ کہ تمام ارواح، عالم ارواح میں ہی سب کی سب بنی آدم کے نام سے موسوم ہو چکی تھیں اور آدم علیہ السلام اور انکی اولاد سے ہونے والے انبیاء ورسل بھی اپنے اپنے ناموں سے موسوم ہو چکے تھے اسی لئے جو بھی نبی آتا تھا وہ اپنے بعد آنے والے نبی کا نام لیکر کہتا تھا کہ اب وہ تمہارے پاس آیگا۔ یعنی خدا نے اولاد آدم میں سے جس جس روح کو منصب نبوت عطا کیا تھا اسکا نام بھی عالم ارواح میں ہی رکھ دیا تھا اسی وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک معروف حدیث میں یہ فرمایا تھا کہ: "کنت نبیاً و آدم بین الماء و التین" چونکہ تمام ارواح کی خلقت پہلے ہو چکی تھی، اجسام کی خلقت کا مرحلہ بعد میں آیا، آدم کی روح بھی پہلے سے خلق شدہ تھی انہیں بھی نبوت عالم ارواح میں ہی مل چکی تھی مگر جب انکی جسمانی خلقت کا وقت آیا، اس وقت عالم ارواح میں وہ بھی نبی کے منصب پر فائز تھے، دوسرے تمام انبیاء بھی نبوت کے منصب پر فائز تھے اور پیغمبر اکرم صلعم بھی نبوت کے منصب پر فائز تھے لہذا پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میں تو اس وقت بھی نبی تھا جب آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ یہ اس سوال کا جواب تھا کہ آپ کب سے نبی ہیں اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس وقت آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے اس وقت اور کوئی نبی، نبی نہ تھا۔ بلکہ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اولاد آدم کی ارواح میں سے عالم ارواح میں ہی نبیوں کا انتخاب ہو چکا تھا، اور جس وقت آدم مٹی اور پانی کے درمیان تھے اس وقت تمام کے تمام ہی انبیاء منصب نبوت پر فائز تھے، اور تمام انبیاء بطور نبی کے منتخب ہو چکے تھے، لہذا میں اس وقت نبی تھا، اور اسی لئے خدا نے فرمایا کہ:

"ان اللہ اصطفٰے آدم ونوحاً و آل ابراھیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض"۔ (آل عمران 33-34)

بیشک اللہ نے چن لیا آدم کو اور نوح کو اور آل ابراھیم کو اور آل عمران کو بعض بعض کی ذریت ہیں۔

اس میں آدم سے لیکر قیامت تک آنے والے ہادیان دین کے انتخاب کو بیان کیا ہے اور یہ چننا ہر حال میں چننا ہے اگر اصطفٰے کا یہی معنی لیا جائے تو چنی ہوئی چیز تو وہی ہوتی ہے جو سب سے اچھی ہو، خدا نے بھی ارواح بنی آدم میں سے جن ارواح کو چنا وہ وہ تھیں جنہوں نے اسکی ربوبیت کا اقرار کرنے میں سبقت کی تھی ،لہذا خدا نے انکو وہ صلاحیت وقابلیت و استعداد عطا کی جس سے وہ خدا کی وحی کو سنکر سمجھ سکیں۔اگر چہ اصطفٰے کا معنی یہ ہیں کہ کسی میں پیدائشی طور پر ایسی صلاحیت وقابلیت واستعداد کا ہونا کہ خدا اس سے کلام کرے تو وہ سمجھ سکے کہ یہ خدا اس سے کلام کر رہا ہے اور یہ خدا کی وحی ہے اور قران کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی وحی کو سمجھنے کی قابلیت وصلاحیت واستعداد صرف اسی میں ہوتی ہے جسکا اس نے اصطفٰے کیا ہو جیسا کہ حضرت مریم کے لئے فرمایا: اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علی لنساء اللعالمین۔(آل عمران-42)

یعنی اس وقت کو یاد کرو جب ملائکہ نے مریم سے یہ کہا کہ اے مریم اللہ نے تیرا اصطفٰے کیا ہے،اور تجھے پاک وپاکیزہ بنایا ہے اور تجھے تمام دنیا جہان کی عورتوں میں سے مصطفٰے قرار دیا ہے۔

یہ مریم قران کی سند کی رو سے،اور خدا کے ارشاد کے مطابق، منزل اصطفٰے پر فائز تھیں، مگر وہ نہ نبی تھیں نہ رسول تھیں، نہ امام تھیں اور انکا پاک وپاکیزہ رکھنا اس طرح نہیں ہوسکتا ،کہ پہلے وہ پاکیزہ نہ تھیں بعد میں پاکیزہ بنائی گئیں ہیں بلکہ پیدائشی طور پر ہی قدرت نے

انہیں پاک وپاکیزہ رکھا اسی طرح انکا اصطفیٰ بھی پیدائشی طور پر ہوا۔

اسی طرح حضرت طالوت کے بارے میں، جب بنی اسرائیل نے اپنے وقت کے نبی پر انہیں بادشاہ بنائے جانے پر اعتراض کیا، تو فرمایا:

"قال ان الله اصطفاه وزاده فی العلم والجسم" ۔(البقرہ۔247)

"انکے نبی نے جواب دیا کہ طالوت کا اللہ نے اصطفیٰ کیا ہے اور اسے علم میں اور جسمانی قوت میں تم پر برتری دی ہے"۔

حضرت طالوت کو یہ علم بذریعہ وحی عطا ہوا تھا اور طاقت جسمانی بھی خدا ہی کی عطا کردہ تھی۔ جبکہ طالوت نہ تو نبی تھے نہ ہی رسول تھے پس اصطفیٰ اس قابلیت وصلاحیت واستعداد کو کہتے ہیں جس سے خدا کلام کرے تو وہ سمجھ سکے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس طرح پیدائشی طور پر خدا کے مصطفیٰ بندوں کا خدا کی معرفت سے سرشار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں بیان کردہ واقعات سے ثابت ہے کہ اصطفیٰ کی صورت میں خدا کا بندہ وحی کے حاصل کرنے کی وجہ سے بچا تو رہتا ہے لیکن پھر بھی ترک اولیٰ کا امکان ہے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام جنت میں رہتے ہوئے منزل اصطفیٰ پر تو فائز تھے لیکن ابھی منزل اجتبیٰ پر فائز نہ ہوئے تھے۔ لہذا ترک اولیٰ ہو گیا۔ اور اس درخت کا پھل کھانے کا نتیجہ بھگتا۔ لیکن جب خدا نے انہیں جنت سے باہر بھیجا تو اجتبیٰ کی منزل پر فائز کر کے، اور ہدایت کا سلسلہ شروع کر کے بھیجا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔ "وعصی آدم ربه فغویٰ ،ثم اجتبٰه ربه فتاب علیه وهدیٰ"

(طہ۔121-122)

اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو (راہ صواب سے) بے راہ ہو گئے۔ اس کے بعد انکے پروردگار نے برگزیدہ کیا۔ پھر انکی توبہ قبول کی۔ اور انکی ہدایت کی۔ (فرمان ترجمہ)

ہمارے نزدیک اس آیت کا مناسب ترجمہ یوں ہونا چاہیے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے رب

کی نصیحت پر عمل نہ کیا، اور تکلیف جھیلی پھر انکے رب نے ان کا اجتبٰے کیا انکی طرف خصوصی توجہ کا آغاز کیا اور پھر ہر لحظہ اور ہر آن انکی ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔

اور اس بات کا ثبوت کہ خدا اپنے انبیاء و رسل اور ہادیان دین کا اجتبٰے بعد میں مناسب وقت پر کرتا ہے سورہ یوسف کی یہ آیت ہے جس میں حضرت یعقوب حضرت یوسف کا خواب سن کر فرماتے ہیں کہ "وکذالک یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث" (یوسف 6)

"یعنی اسی طرح سے تمہارا پروردگار تمہارا اجتبٰے کریگا تمہیں مجتبٰے بنائیگا۔ اور تمہیں خوابوں کی تاویل سکھائیگا۔ اس آیت سے ثابت ہے کہ حضرت یوسف مجتبٰے نہ تھے اور ابھی خدا نے خوابوں کی تاویل کی تعلیم انہیں دی تھی۔ یہ یاد رہے کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے، اور خدا جسے وحی کرتا ہے وہ انکا پہلے اصطفٰے کرتا ہے یعنی انہیں وحی کے سننے اخذ کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت وقابلیت واستعداد عطا کرتا ہے اسی لئے راغب اصفہانی نے یہ لکھا ہے کہ اجتبٰے صرف انکا ہوتا ہے جو پہلے سے اصطفٰے کی منزل پر فائز ہوں مزید تفصیل کے لئے ہماری کتابیں۔ "امامت قران کی نظر میں" اور "ولایت قران کی نظر میں کا مطالعہ کریں"۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کا اجتبٰے یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر آن خدا کے زیر نظر، ۔ زیر ہدایت۔ زیر تربیت رہے اور ایک آن اور ایک لحظہ کے لئے بھی اسے اس کے نفس کے حوالے نہ کیا جائے جیسا کہ حضرت یوسف کے بارے میں فرمایا:

"ولقد همت به وهم بها، لولاان را برهان ربه، کذالک لنصرف عنه السوء والفحشاء، انه من عبادنا المخلصین"۔ (یوسف۔24)

"اور یقیناً زلیخا نے تو اس کے ساتھ بُرا ارادہ کر ہی لیا تھا اور اگر یوسف بھی اپنے پروردگار کی برھان نہ دیکھتے تو وہ بھی قصد کر بیٹھتے، (ہم نے اس کو یوں بچایا) تا کہ ہم اس سے برائی

اور بدکاری کو دور رکھیں بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھا"۔

عین وقت پر اپنے پروردگار کی برہان کو دیکھنا ہی منزل اجتبٰے ہے۔ یہ خود خدا نے انہیں بچایا۔ اگر خدا اپنے مصطفٰے بندوں کو بھی ایک لمحہ اور ایک لحظہ کے لئے انکے نفس کے حوالے کردے تو پھر حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ میں جانا دیکھیں حالانکہ وہ نہ صرف منزل اصطفٰے پر فائز تھے بلکہ منزل اجتبٰے پر بھی فائز تھے لیکن جب انہیں اپنی قوم پر غصہ آیا، تو خدا نے انہیں انکے نفس کے حوالہ کردیا اور انہیں نہ متنبہ کیا۔ نہ روکا نہ صبر کی تلقین کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس بات کو یاد کر کے رو رو کر فرمایا کرتے تھے بارالٰہا مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کرنا اور خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں خدا کی بیان کردہ آیت پڑھیں جو سورہ اسریٰ میں اس طرح آئی ہے۔

"ولو لا ان ثبتنک لقد کدت ترکن الیھم شیا قلیلاً"۔(اسریٰ۔74)

اور اے رسول اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو تم تو ضرور (ذرا ذہور) جھکنے ہی لگے تھے۔ (فرمان ترجمہ)

تفسیر التبیان میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا:
"بارالٰہا تو مجھے ایک چشم زدن اور ایک لمحہ کے لئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کرنا" (تفسیر التبیان۔ جلد 6 صفحہ 507) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب: "امامت قران کی نظر میں"۔

بہر حال یہ ہر آن اور ہر لحظہ دلیل کے ذریعہ، برہان کے ذریعہ، زجر کے ذریعہ، تنبیہہ کے ذریعہ، زیر نظر رکھتے ہوئے بچائے رکھنا ہی منزل اجتبٰے ہے۔ یہی منزل اجتبٰے ہے جو انبیاء ورسل کو ھادیان دین کو اور آئمہ معصومین کو درجہ عصمت پر فائز رکھتی ہے عصمت انکی ذات کا جزو لاینفک نہیں ہوتی جیسا کہ شیخی مبلغین نے لکھا ہے اور منبروں پر بیان کرتے ہیں۔

انسان اشرف المخلوقات ہے

خداوند تعالیٰ نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات میں سب سے افضل اور سب سے اشرف بنایا ہے۔ انسان سے افضل اور انسان سے اشرف اور کوئی مخلوق نہیں ہے۔ اسے خلق کرنے کے بعد خالق کائنات نے فخر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فتبارک اللہ احسنُ الخالقین (المومنون۔14)

یعنی انسان کا خالق ہونے کی وجہ سے وہ خود کو احسن الخالقین فرما رہا ہے۔ یہ انسان خداوند تعالیٰ کی وہ عظیم مخلوق ہے جس سے مخاطب ہو کر وہ خود فرماتا ہے:

''ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً'' (البقرہ۔29)

یعنی اے انسان زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب میں نے تیرے ہی لئے اور تیری ہی خاطر پیدا کیا ہے۔

ایک اور دوسرے مقام پر فرماتا ہے: وھو الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستة ایام و کان عرشه علی الماء لیبلو کم ایکم احسن عملاً۔ (ھود۔7)

یعنی وہی تو ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں (یعنی چھ ادوار) میں پیدا کیا۔ اور اس کا عرش (آسمانوں اور زمین کی خلقت سے پہلے) پانی پر تھا تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے اچھا عمل کرنے والا ہے۔

تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ کان عرشہ علی الماء کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے سب پہلے پانی کو خلق کیا (اور پانی سے پہلے اس نے اور کوئی چیز خلق نہ کی تھی) لہذا اس وقت اسکی حکومت اور اقتدار صرف پانی کے اوپر تھا۔ یعنی خدا نے اپنی ایک ایسی صاحب عقل و شعور اور صاحب ارادہ واختیار مخلوق انسان کو پیدا کرنے سے پہلے، اس کے راحت وآرام، اسکی

سکونت اور رہنے سہنے کے لئے اور اسکی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ساری کائنات کو پیدا کیا۔ اور جب اسکی راحت و آرام اسکی سکونت رہنے سہنے اور اسکی ضروریات کا بندوبست کردیا تو تمام انواع مخلوقات میں سب سے آخر میں اس نے اس اشرف المخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی ساری مخلوقات کو اس کی خدمت پر مامور کردیا۔ اور اس کو خلق کرنے کے بعد اس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لیبلوکم ایکم احسن عملاً، اے انسان یہ ساری کائنات میں نے تیری خدمت میں اس لئے لگائی ہے تاکہ یہ دیکھوں کہ تم میں سے کون ہے جو اس کائنات میں غور کر کے مجھے پہچانے، میری معرفت حاصل کرے اور میرے احکام پر خوشی خوشی عمل کرے۔ اور حسن عمل میں سب سے بڑھ جانے کی کوشش کرے۔

پس اس سے زیادہ قدر و منزلت اور اس سے زیادہ بڑھ کر فضل و شرف اور کیا ہوگا کہ خدا نے انسان کو ھدف خلقت، غرض آفرینش اور علت غائی کائنات کہا ہے۔ اور اس لئے خداوند تعالیٰ نے حدیث قدسی میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا: "لولاک لما خلقت الافلاک" اے میرے حبیب اگر تجھے خلق کرنا نہ ہوتا تو میں ساری کائنات ہی کو خلق نہ کرتا۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ ساری کائنات انسان کے لئے بنائی اور حدیث قدسی میں یہ آیا ہے کہ اے میرے حبیب اگر میں تجھے خلق نہ کرتا تو ساری کائنات کو ہی خلق نہ کرتا یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشرف المخلوقات انسان کی افضل ترین و اشرف ترین و اکمل ترین فرد ہیں۔ اور خدا کا یہ خطاب اشرف المخلوقات انسان کی اشرف ترین و افضل ترین و اکمل ترین فرد سے ہے جو حتماً انسان ہونے کی حیثیت سے غرض خلقت کائنات ہیں۔

تمام انبیاءورسل اور ہادیان دین بشریت میں ہم سے جیسے تھے

بیشک قرآن نے یہ کہا ہے کہ سارے انبیاء تم ہی جیسے بشر ہیں اور سارے انبیاء نے یہی کہا ہے کہ ہم تمہارے جیسے ہی بشر ہیں اور سابقہ ساری امتیں اسی وجہ سے اپنے اپنے پیغمبروں پر ایمان نہیں لائیں کہ خدا نے بشر کو رسول بنا کر کیوں بھیج دیا۔ کفار قریش بھی پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہی کہتے تھے کہ تم تو ہم ہی جیسے بشر ہو۔ اگر خدا نے تمہیں بھیجنا تھا تو تمہارے ساتھ کسی فرشتے کو بھیجتا اور خود خدا نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ اعلان کرایا کہ:"قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الله واحد"۔(کہف) یعنی اے رسول تم کہ دو کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں مجھے خدا کی طرف سے یہ وحی کی جاتی ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا خدا، خدائے واحد و یکتا ہے۔

احتجاج طبرسی میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

"قل لھم انا فی البشریة مثلکم ولکن ربی خصنی بالنبوة دونکم کما یخص بعض البشر بالغنیٰ والصحت والجمال دون بعض من البشر فلاتنکروا ان یخصنی ایضاً بالنبوة"(احتجاج طبرسی صفحہ 14)

یعنی اے رسول تم منکرین نبوت سے کہ دو کہ میں بشریت میں تو تم ہی جیسا ہوں لیکن میرے رب نے مجھے نبوت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اس نے تمہیں نبوت عطا نہیں کی، جس طرح وہ بعض بشر کو مال و دولت دیتا ہے بعض کو نہیں دیتا۔ بعض بشر کو صحت دیتا ہے بعض کو نہیں دیتا بعض بشر کو حسن و جمال دیتا ہے بعض کو نہیں دیتا۔ پس تم اس بات کا انکار نہ کرو کہ اس نے مجھے نبوت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور تمہیں نہیں کیا۔

خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا ہے کہ"وما کان لبشر ان یوتیه الله

الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ". (آل عمران 79)

یعنی کسی بشر یا انسان کی یہ مجال نہیں ہے کہ خدا تو اسے کتاب وحکمت ونبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے یہ کہنے لگ جائے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور یہ بات تصدیق ہے پیغمبر کی اس حدیث کی کہ نبوت بشر ہی کو دی جاتی ہے کسی اور نوع کو نہیں۔ لیکن مذہب شیخیہ کے بانی شیخ احمد احسائی نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ محمد وآل محمد کی نوع جداگانہ ہے لیکن وہ عالمین کے ھادی ہیں لہذا وہ مخلوقات کی ہر نوع کے پاس ان کے لباس میں انکا بھیس بدل کر جاتے ہیں۔ جب بشر کو ہدایت کرنی ہو تو بشر کا بھیس بدل کر بشر کے لباس میں بشر کے پاس جاتے ہیں اور انکی زبان میں ان سے بات کرتے ہیں جب حیوانات کو ہدایت کرنی ہو تو وہ حیوانات کے لباس میں انکے پاس جاتے ہیں اور ان سے انکی زبان میں بات کرتے ہیں اب میں حیوانات کی اقسام اور انکی زبان کا ذکر نہیں کرونگا جس کا دل چاہے شیخ احمد احسائی کی کتاب شرح زیارت صفحہ 60 سطر 13 سے آگے خود پڑھ لیں اسی بات کو ہمارے ذاکرین ہماری مجالس میں منبروں پر اسطرح بیان کرتے ہیں۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ محمد وآل محمد علیہم السلام پیدا نہیں ہوتے بلکہ نازل ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے ہمارے مجلس خواں حضرات اپنی من گھڑت دلیلوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ محمد وآل محمد بشر نہیں تھے بلکہ انکی نوع جدا تھی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتابیں "نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور نوع نبی وامام" اور "ولایت قرآن کی نظر میں"۔

اب تک کے بیان سے ثابت ہو گیا کہ انبیاء ورسل اور تمام ہادیان دین حتماً ویقیناً بشر تھے اور انسان تھے۔ لیکن ہم جیسا بشر اور انسان سمجھنے میں افراط وتفریط ضرور ہوئی ہے لہذا قابل غور بات یہی ہے کہ ہم جیسا بشر کہنے میں تفریط کیا ہے؟ اور افراط کیا ہے؟ اور اس

افراط وتفریط کا سبب اور اصل وجہ کیا ہے؟ اور نمط اوسط اور صحیح اور ٹھیک راستہ کونسا ہے؟

ہم جیسا بشر کہنے میں تفریط اور اسکا سبب

ایک گروہ پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت دے کر یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمر کے بارے میں یہ کہا کہ:

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا''

یہ روایت معاویہ کے ادارۂ حدیث سازی کی ساختہ وپرداختہ ہے اس حدیث کی آنحضرت صلعم کی طرف نسبت حتماً ویقیناً آنحضرت کی توہین ہے، آنحضرت کی شان میں گستاخی ہے اور آنحضرت صلعم پر ایک قبیح قسم کی تہمت ہے، کیونکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خود آنحضرت کو بھی اس بات کی معرفت نہیں تھی کہ خدا کیسے بشر کو اور کیسے انسان کو نبوت ورسالت اور کار ہدایت سپرد کرتا ہے، جبکہ حضرت عمر کا زمانہ جاہلیت میں جو حال تھا اسے تو ہم مصلحت اور اختصار کے پیش نظر نقل نہیں کر سکتے۔ جس کا دل چاہے وہ طہ حسین مصری اور محمد حسین ہیکل وزیر معارف حکومت مصر کی کتابوں کا مطالعہ کر سکتا ہے اور اسلام کے ظہور کے بعد تمام تاریخیں اس بات کی شاھد ہیں کہ مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے والا حضرت عمر سے بڑھ کر اور کوئی نہ تھا پھر 6 بعثت نبوی میں اسلام لانے کا واقعہ بھی پیغمبر اکرم صلعم کو قتل کرنے کے ارادے سے جانے کے قصہ سے شروع ہوتا ہے۔ اسلام لانے کے بعد وہ عاص بن وائل کی پناہ میں رہے اور ہجرت کے بعد شبلی کی الفاروق کے مطابق حضرت عمر پیغمبر صلعم کی ہر بات میں اور ہر کام میں مخالفت کیا کرتے تھے جنکی کچھ تفصیل بھی انہوں نے بیان کی ہے چنانچہ انکا بیان یہاں پر نقل کرنا مناسب نہ ہوگا وہ لکھتے ہیں کہ:

''کتب سیر اور احادیث میں تم نے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے ایسے موقع پیش آئے کہ

جناب رسول اللہ صلعم نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر نے اس کے خلاف رائے ظاہر کی مثلاً صحیح بخاری میں ہے کہ جب آنحضرت نے عبداللہ بن ابی کے جنازے پر نماز پڑھنی چاہی تو حضرت عمر نے کہا: "آپ منافق کے جنازے پر نماز پڑھتے ہیں" قیدیان بدر کے معاملہ میں ان کی رائے بالکل آنحضرت کی تجویز سے مختلف تھی۔ صلح حدیبیہ میں انہوں نے انحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اس طرح دب کر صلح کیوں کی جائے۔ ان تمام مثالوں سے تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت عمر ان باتوں کو منصب نبوت سے الگ سمجھتے تھے ورنہ اگر باوجود اس امر کے علم کے کہ وہ باتیں منصب رسالت سے تعلق رکھتی تھیں ان میں دخل دیتے تو بزرگ ماننا تو درکنار ہم ان کو اسلام کے دائرے سے بھی باہر سمجھتے۔ اسی فرق مراتب کے اصول پر بہت سی باتوں میں جو مذہب سے تعلق نہیں رکھتی تھیں اپنی رایوں پر عمل کیا۔ (الفاروق، شبلی صفحہ نمبر 537-536 دوسرا مدنی ایڈیشن 1970)

اس مقام پر اشارتاً یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہم نے اپنی مبسوط کتابوں میں تفصیل کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر کے قیدیوں کا فیصلہ بھی منصب نبوت ورسالت کی حیثیت سے اور خدا کی قرانی وحی کے مطابق کیا تھا اور صلح حدیبیہ بھی منصب نبوت ورسالت کی حیثیت سے اور خدا کی قرانی وحی کے مطابق کی تھی یہاں پر تفصیل کی گنجائش نہیں ہے جس کا دل چاہے جنگ بدر کے قیدیوں کے فیصلہ کے لئے سورہ محمد کا مطالعہ کرے اور صلح حدیبیہ کیلئے سورہ الفتح کا مطالعہ کرے۔

اور بعض اوقات تو حضرت عمر کی طرف سے آنحضرتؐ کی مخالفت انتہائی ناگواری کی صورت پیدا کر دیتی تھی مثلاً آنحضرت کے قلم دوات طلب کرنے پر انتہائی نازیبا الفاظ کے ساتھ مخالفت کی اور لشکر اسامہ کے ساتھ پیغمبر کے یہ فرمانے کے باوجود کہ: "لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ" لشکر اسامہ کے ساتھ نہ گئے اور جیسا کہ شبلی نے الفاروق میں

لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کی مخالفت دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا سبب ہے لہذا انکی پیروی کرنے والوں نے یہ قرار دیا کہ حضرت عمر آنحضرت کی جن باتوں میں مخالفت کیا کرتے تھے وہ منصب رسالت سے متعلق نہیں تھیں، بلکہ عام بشر کی حیثیت سے تھیں۔ اس لئے انہوں نے پیغمبر کی وفات کے بعد آنحضرت کے بہت سے احکام کو بدل دیا جسے شبلی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ: ''اسی فرق مراتب کے اصول پر بہت سی باتوں میں جو مذہب سے تعلق نہیں رکھتی تھیں اپنی رایوں پر عمل کیا''۔

پس اس صورت میں ان کے پاس دو ہی باتیں تھیں، یا تو پیغمبر اکرم صلعم کو ہم جیسا بشر ان معنوں میں مانا جائے، کہ بشر ہونے کی حیثیت سے انکی باتوں میں غلطی کا امکان ہے، جس کو رد کرنے کا امت کے افراد کو پورا پورا حق ہے۔ یا پھر حضرت عمر پر وہ فتویٰ صادر ہوتا جو اوپر الفاروق شبلی کے صفحہ 537,536 کے حوالہ سے نقل ہوا ہے۔

چونکہ حضرت عمر کی منصوبہ بندی اور جدوجہد کے نتیجہ میں وہ پیغمبر اکرم صلعم کے بعد برسر اقتدار آگئے اور امت کی اکثریت انکی طرفدار بن گئی اور شبلی نے بھی انکو اپنا بزرگ مان لیا بنا بریں ان کے بارے میں انہوں جو بھی فیصلہ کیا، وہ انکی بزرگی کو ملحوظ نظر رکھ کر کیا اور حضرت عمر کو اس فتوے سے بچالیا۔ اور ہم جیسے بشر ہونے میں غلطی کے امکان کو فرض کر کے پیغمبر اکرم صلعم کی ہر بات پر مخالفت کے جواز کا فتویٰ لگا دیا اور اس تفریط کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا سبب یہی ہے۔

ہم جیسا بشر ماننے میں افراط اور اسکا سبب

ہم سابقہ صفحات میں یہ بیان کر آئے ہیں کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور بشر یا انسان سے افضل اور کوئی مخلوق ہے ہی نہیں۔

لہذا غور طلب بات یہ ہے کہ پھر انبیاء ورسل اور محمد وآل محمد علیہم السلام کو بشر یا انسان نہ ماننے کا سبب کیا ہے؟ جب ہم اس بارے میں تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء ورسل اور محمد وآل محمد علیہم السلام کو بشر یا انسان نہ ماننے والے فرقے صرف وہ ہیں جو یا تو انہیں خدا مانتے ہیں یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ یا خدا کا ان میں حلول مانتے ہیں، یا وہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا نے محمد وآل محمد علیہم السلام کو پیدا کر کے اور کوئی کام نہیں کیا اور اس نے ان کو پیدا کرنے کے بعد تمام کام انکو سپرد کر دیئے ہیں۔ لہذا جو کچھ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں خلق وہ کرتے ہیں رزق وہ دیتے ہیں، مارتے وہ ہیں زندہ وہ کرتے ہیں اولاد وہ دیتے ہیں۔ غرض تمام نظام کائنات وہ چلاتے ہیں۔

مولانا شبلی نے اپنی کتاب علم الکلام میں یہ لکھا ہے کہ اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں بہت سی اقوام کے لوگ مثلاً یہودی، نصاریٰ، زرتشتی اور مجوسی وغیرہ مسلمان تو ہو گئے مگر مسلمان ہونے کے بعد جب انہوں نے قرآن پڑھا تو اس کے الفاظ کا مطلب انہوں نے اپنے سابقہ عقیدہ کے مطابق نکالا۔ مثلاً انہوں نے قرآن میں پڑھا کہ اللہ کے ہاتھ ہیں، یا انہوں نے یہ پڑھا کہ اللہ کا چہرہ ہے۔ تو انہوں نے اس کے ظاہری معنی ہی مراد لئے اور انہوں نے اپنے سابقہ عقیدہ کے مطابق اسلام میں بھی خدا کو جسم والا مان لیا اور مجسمہ کہلائے۔

اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کچھ مسلمانوں نے حضرت علیؑ کو خدا یا خدا کا بیٹا کیوں مان لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کہتا ہے کہ یہودی حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے تھے اور نصاریٰ حضرت عیسےٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ اور کسی کا بیٹا ہر صورت میں باپ کی نوع کا ہی ہوتا ہے لہذا وہ انکو خدا بھی مانتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ انکو خدا کا بیٹا یا خدا ان کے معجزات کا ظہور ہونے کی وجہ سے ہی مانتے تھے۔ لہذا جب یہ یہود ونصاریٰ اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں داخل اسلام ہوئے اور آگے چل کر انہوں نے آئمہ

علیہم السلام کے معجزات دیکھے تو انکا سابقہ عقیدہ عود کر آیا اور ان میں سے کسی نے انکو خدا کا بیٹا مان لیا۔ کسی نے ان کو خدا مان لیا کسی نے ان میں حلول کا عقیدہ اپنا لیا اور کوئی تفویض کا قائل ہوگیا۔ علمائے شیعہ کے نزدیک انکو خدا ماننے والے غالی کہلاتے تھے۔ ان میں خدا کا حلول ماننے والے صوفی کہلاتے تھے۔ اور انکے لئے تفویض کا عقیدہ رکھنے والے مفوضہ کہلاتے تھے جن کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: "الغلاۃ کفار والمفوضہ مشرکون" یعنی غالی تو کافر ہیں اور مفوضہ مشرک ہیں۔ جب بنی عباس نے آئمہ اہل بیت کی طرف سے لوگوں کا رخ موڑنے کیلئے فلسفہ یونان کو رواج دیا تو وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنے والے فلاسفہ پیدا ہوئے اور جب شیخ احمد احسائی نے تیرہویں صدی ہجری کے وسط اول میں اسی فلسفہ کو ایک نئی شکل دی۔ اور غالیوں کے نصیریوں کے صوفیوں کے اور مفوضہ کے عقائد کو اس فلسفہ کے ماتحت علمی شکل میں پیش کیا تو اس وقت کے تمام مراجع عظام شیعیان جہان نے انکو مذہب شیخیہ کا نام دیا۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں ہماری مسبوط کتابیں۔ "نمبر 1 نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ونوع نبی وامام۔ نمبر 2 العقائد الحقیہ والفرق بین الشیعۃ الحقیہ الاثناعشریہ والشیخیہ المنحرفۃ الضالۃ المضلہ۔ نمبر 3 شیعہ عقائد کا خلاصہ اور انکا صوفیہ اور شیخیہ عقائد سے مقابلہ۔ نمبر 4 اسلام پر سیاست وفلسفہ وتصوف کے اثرات اور اسلامی فرقوں کی پیدائش کا حال"۔

خلاصہ یہ ہے کہ فلسفہ یونان کے مطابق لا یصدر عن الواحد الا الوحد ایک چیز میں سے صرف ایک ہی چیز نکل سکتی ہے ایک چیز کے سوا اس میں سے اور کچھ نہیں نکل سکتا۔

شیخ احمد احسائی کے فلسفہ کے مطابق بھی خدا نے کوئی چیز اپنے ارادہ واختیار اپنی قدرت کاملہ سے خلق نہیں کی بلکہ اس نے خدا کو مادہ کے طور پر ایک نور قرار دیا۔ جسمیں سے پہلی مخلوق جو صادر ہوئی وہ بھی نور ہی تھی۔ چنانچہ وہ نور کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"والنور هو الظهور المنير يعنی ان ظهور المنير هو النور لا ان الظهور مغاير النور . لانه لبس بشئی الا ظهور المنير . لكن المنير لم يظهر بذاته، وقيام تلك الصفة لموصوفها قيام صدور لا قيام عروض"۔

(شرح زیارت شیخ احمد احسائی صفحہ 183)

ترجمہ۔ اور نور تو صرف منیر (نور دینے والی چیز) کا ظہور ہی ہوتا ہے یعنی منیر کا ظہور ہی اسکا نور ہے۔ نور منیر کے ظہور کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا کیونکہ وہ یقیناً منیر (یعنی نور دینے والی چیز) کے ظہور کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن منیر اپنی ذات سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اور اس صفت کا قیام اپنے موصوف کے ساتھ قیام صدور ہے (یعنی اس میں سے صادر ہوا ہے نکلا ہے) یہ قیام عروض نہیں ہے (کہ اسے علیحدہ سے خلق کیا ہو)۔

وہ اس منیر (نور دینے والی چیز) کو جسے وہ خدا قرار دیتا ہے ایک مادہ تصور کرتا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب شرح زیارت کے صفحہ نمبر 343 سطر 13 و 14 پر کہتا ہے کہ:

فلا يكون شئی الا وله مادة وصورة ووقت ومكان الا الواحد الحق تعالىٰ فان وقته ذاته ومادته عين ذاته"۔ (شرح زیارت صفحہ 343)

یعنی کوئی شے موجود ہو ہی نہیں سکتی سوائے اس کے کہ اسکا مادہ بھی ہوتا ہے اور اسکی صورت بھی ہوتی ہے اور وقت بھی ہوتا ہے اور مکان بھی ہوتا ہے سوائے خدائے واحد کے کیونکہ اسکی ذات ہی وقت، اور اسکا مادہ اسکی عین ذات ہے۔

بالفاظ دیگر خدا ایک موجود شے ہے۔ اور ہر موجود شے کسی مادہ سے بنتی ہے لیکن خدا کا مادہ اسکی عین ذات ہے اس کے بعد جو بھی مخلوق بنی وہ اسی مادہ سے بنی۔

قارئین غور کریں کہ شیخ احمد احسائی نے فلسفہ یونان کی پیروی کرتے ہوئے کس صفائی کے ساتھ مادئین کے مادہ کو مسلمانوں کا خدا بنا دیا ہے۔

پھر دوسرے مقام پر کہتا ہے:

کیف یکون مخلوق و لامادة له بل لا بد من مادة،(شرح زیارۃ صفحہ 343)

''یعنی کوئی مخلوق وجود میں آ ہی نہیں سکتی جب تک کہ اسکا مادہ نہ ہو اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ کوئی مخلوق ہو اور اسکا مادہ نہ ہو۔ بلکہ ناگزیر ہے یہ امر کہ ہر مخلوق کسی مادہ سے ہی خلق ہوئی ہو''

اب یہ بات ظاہر ہے کہ محمد وآل محمد علیہم السلام یقینی طور پر مخلوق ہیں لہذا وہ کس مادہ سے خلق ہوئے۔ تو وہ ان کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ انکا نور خدا کے نور میں سے اس طرح نکلا جس طرح سورج میں سے شعاعیں نکلتی ہیں، اور چونکہ سورج میں سے جو شعاعیں نکلتی ہیں سورج کو انکا خالق نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ اس میں سے صادر ہوتی ہیں، نکلتی ہیں۔ یہی بات اس نے خدا کے بارے میں اسے منیر (یعنی نور دینے والی چیز) قرار دے کر کہا جیسا کہ اوپر اسکی عبارت شرح زیارت کے صفحہ نمبر 183 سے نقل ہوئی ہے۔ جسکا آخری حصہ یہ ہے کہ:

''منیر اپنی ذت کے ساتھ ظاہر نہیں ہوتا اور اس صفت کا قیام اپنے موصوف کیساتھ قیام صدور ہے یعنی اس میں سے صادر ہوا ہے، نکلا ہے۔ یہ قیام عروض نہیں ہے کہ اسے علیحدہ سے خلق کیا ہو۔

لیکن چونکہ محمد آل محمد علیہم السلام ہر صورت میں مخلوق ہیں لہذا وہ اس قیام صدور کو ہی یعنی شعاعوں کی طرح نکلنے کو ہی خلق کرنا کہتا ہے۔ جیسا کہ اس نے شرح زیارت میں لکھا ہے کہ:

''و کان قد خلقھم من نورہ ای اول نور احدثه و ارتضاہ و نسبه الیه تشریفاً ولم یخلق نوراً غیرہ الا منه ای من اشعته''

(شرح زیارت صفحہ 211 سطر 14-15)

یعنی خداوند تعالیٰ نے آئمہ علیہم السلام کو اپنے نور سے خلق کیا یعنی سب سے پہلا

نور جواس نے پیدا کیا اور اسے پسند کیا اور اس کے شرف کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کیا اس نور کے سوا اور کوئی نور خدا نے خلق نہیں کیا لیکن اور جو بھی نور خدا نے خلق کیا وہ اسی نور سے خلق کیا، یعنی انکی شعاعوں سے"۔

شیخ احمد احسائی نے اپنے اس بیان میں یونان کے اس فلسفہ کی کامل طور پر پیروی کی ہے کہ:
"لایصدر عن الواحد الا الواحدا"

یعنی ایک چیز میں سے ایک چیز کے سوا اور کچھ نہیں نکل سکتا

فلسفہ یونان بھی خدا کی قدرت اور ارادہ واختیار سے خلق کرنے کا قائل نہیں ہے بلکہ اس میں سے صادر ہونے یا نکلنے کا قائل ہے۔ اور شیخ احمد احسائی بھی صدور یعنی نکلنے کا قائل ہے۔ اور اس ایک چیز میں سے صرف ایک چیز کے نکلنے کا قائل ہے۔ جیسا کہ اس نے کہا ہے کہ:

"و قیام تلک الصفة بموصوفها قیام صدور لا قیام عروض"

یعنی اس نور کو خدا نے خلق نہیں کیا بلکہ یہ نور اس کے اندر سے نکلا ہے جسے وہ شعاعوں کی طرح نکلنا کہتا ہے۔

اور اس کے بعد جو کچھ کیا وہ اس صادر ہونے والے نور نے کیا اسکو اس نے اس طرح سے بیان کیا ہے۔ "ولم یخلق نوراً غیرہ الا منه ای من اشعته" اور خدا نے اور کوئی نور پیدا نہیں کیا جو بھی پیدا کیا وہ انکی شعاعوں سے پیدا کیا۔ اور یہ پیدا کرنا بھی خلق کرنے کے معنی میں نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح خدا کے نور میں سے شعاعوں کی طرح محمد و آل محمد کا نور نکلا اسی طرح محمد و آل محمد کے نور میں سے شعاعوں کی طرح ہی انبیاء کا نور نکلا۔ انسانوں کا نور نکلا جنوں کا نور نکلا ملائکہ کا نور نکلا حیوانات کا نور نکلا نباتات کا نور نکلا اور جمادات کا نور نکلا، یعنی مخلوقات کا ہر طبقہ نور ہے۔ جو اوپر کے طبقہ کے نور کی شعاعوں سے صادر ہوا۔

(شرح زیارۃ صفحہ 211 سطر 15 تا 16)

یعنی شیخ احمد احسائی نے مخلوقات کے چھ معروف طبقات کی بجائے آٹھ طبقات قرار دیئے اور یہ آٹھ طبقات اپنے سے اوپر کے نور کے طبقہ کی شعاعوں سے پیدا ہوئے۔ یعنی جمادات نباتات کے نور کی شعاعوں سے پیدا ہوئے نباتات حیوانات کے نور کی شعاعوں سے پیدا ہوئے حیوانات فرشتوں کے نور کی شعاعوں سے پیدا ہوئے اور انسان انبیاء کے نور کی شعاعوں سے پیدا ہوئے اور انبیاء محمد وآل محمد کے نور کی شعاعوں سے پیدا ہوئے اور محمد وآل محمد خدا کے نور کی شعاعوں سے پیدا ہوئے اور خدا کے بارے میں وہ یہ کہتا ہے کہ "ومادته عین ذاته" اسکا مادہ اسکی عین ذات ہے۔ (شرح زیارت صفحہ 343)

نور کا یہ تصور یہ نظریہ اور یہ عقیدہ سارے کا سارا خیالی ہے من گھڑت اور فلسفہ یونان کی پیروی میں گھڑا گیا ہے۔ اسکا قرآنی تعلیمات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ہماری کتابیں نمبر (1) نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور نوع نبی وامام۔ نمبر (2) العقائد الحقیہ والفرق بین الشیعہ والشیخیہ۔ نور کا یہ وہ تصور ہے جسے مبلغین مذہب شیخیہ ہماری مجالس میں بیان کرتے رہے ہیں۔ ارباب عقل ودانش خود یہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ نور مخلوقات کی انواع میں سے کسی نوع کا نام نہیں ہے۔ لہذا وہ تمام روایات جن میں یہ بیان ہوا ہے کہ ہمارے شیعہ ہماری فاضل طینت سے خلق ہوئے اسی عقیدے کے حامل افراد کی گھڑی ہوئی ہیں۔ اب ہم نور کا وہ تصور پیش کرتے ہیں جو قرآن نے بیان کیا ہے۔

توریت نور ہے

خداوند تعالیٰ سورۃ الانعام میں ارشاد فرماتا ہے:

قل من انزلنا الکتاب الذی جاء به موسیٰ نوراً وھدی للناس (الانعام 91)

اے میرے حبیب ان سے کہ دو کہ وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے کس نے نازل کی

تھی جو کل آدمیوں کیلئے نور تھی اور ہدایت تھی اس آیت میں واو تفسیری ہے جو یہ کہتی ہے کہ نور سے مراد ہدایت ہےاور سورہ مائدہ میں ارشاد ہوا۔

انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدیً و نور (المائدہ44)

بیشک توریت کو ہم نے ہی نازل کیا تھا۔اس میں ہدایت اور نور تھا پہلی آیت میں ''نور'' پہلے کہا ''ھدیٰ'' بعد میں کہا وہ کتاب ہدایت نور تھی اور ہدایت تھی دوسری آیت میں کہا توریت کے اندر نور ہےاور ہدایت ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ ہدایت نور ہےاور نور ہدایت ہے۔

انجیل نور ہے

خداوند تعالیٰ سورہ المائدہ میں ارشاد فرماتا ہے:

و آتیناہ الانجیل فیہ ھدیٰ و نور (المائدہ46)

اور ہم نے اس (عیسیٰ) کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا

قرآن نور ہے

جب توریت نور ہے، انجیل نور ہے۔تو قرآن کے نور ہونے کے بارے میں تو کسی کو کوئی کلام ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ ان دونوں کتابوں کی نگران ہے۔لیکن خدا نے بالفاظ واضح بھی قرآن کو نور کہا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

''فآمنوا باللہ و رسولہ و النور الذی انزلنا'' (التغابن۔8)

یعنی تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔

اور تفسیر صافی صفحہ 435، تفسیر مجمع البیان جلد 5 صفحہ 294 تفسیر التبیان جلد 10 صفحہ 21 تفسیر عمدہ البیان جلد 3 صفحہ 401 کے مطابق یہاں نور سے مراد قرآن ہے۔التبیان کے الفاظ اسطرح ہیں:

"والنور الذی انزلنا" یعنی القران. سماه نوراً لما فیه من الادلة و الحجج الموصلة الی الحق، فسمه بالنور الذی یهتدی به الی الطریق" (التبیان جلد 10 صفحہ 21)

یعنی اس آیہ مبارکہ میں لفظ نور سے مراد قرآن ہے ان دلائل و براہین کے باعث اسے نور کے لفظ سے موسوم کیا گیا ہے جو قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور حق کی رہبری کرنے والے ہیں قرآن پاک کو نور یعنی روشنی سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ روشنی کے ذریعہ راستہ کا علم حاصل کیا جاتا ہے۔

اس آیت کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں قرآن کو نور کہا گیا ہے لیکن ہم اختصار کے پیش نظر اس ایک آیت پر اکتفا کرتے ہیں۔

پس جب توریت وانجیل وقرآن کو ہدایت کرنے کی وجہ سے خدا نے نور کہا ہے، تو آنحضرت صلعم اور آئمہ طاہرین بھی ہدایت کرنے کی وجہ سے نور ہیں۔ آنحضرت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ "انک لتهدی الی صراط مستقیم" (الشوریٰ 52) بیشک تم صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہو۔ اور اسی وجہ سے آئمہ اہل بیت بھی نور ہیں۔

اور توریت وانجیل وقرآن نور ہیں اپنی ہدایت کی وجہ سے، لیکن توریت بھی کتاب ہے انجیل بھی کتاب ہے اور قرآن بھی کتاب ہے اور وہ نورِ ہدایت ہونے کی وجہ سے کتاب ہونے سے خارج نہیں ہیں۔ اسی طرح محمد وآل محمد علیہم السلام بھی ہادی ہونے کی وجہ سے نور ہیں، لیکن وہ بشر بھی ہیں، انسان بھی ہیں بنی آدم بھی ہیں اور رجل بھی ہیں اور ہادی ہونے کی حیثیت سے نور بھی ہیں۔

ہمارے کتابچہ، "سوچیئے کل کے لئے کیا بھیجا ہے" کی اشاعت کے بعد محلّہ ٹھٹھی چنیوٹ

کی ایک مجلس میں یہ پڑھا گیا ہے کہ اب ایک اور نیا فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو آئمہ کو ہادی مانتا ہے، یعنی وہ ہدایت کرتے ہیں، ہدایت تو مولوی بھی کرتے ہیں۔ ہم آئمہ کو مولوی نہیں مانتے ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ خلق یہی کرتے ہیں رزق یہی دیتے ہیں غرض سارا نظام کائنات یہی چلاتے ہیں۔ اس کے لئے میرا جواب مختصراً صرف یہ ہے کہ خدا مسبب الاسباب ہے اس نے ہر چیز کے لئے اسباب بنائے ہیں ہدایت کا سبب ہادیوں کو بنایا ہے اور دوسری چیزوں کے لئے دوسرے اسباب پیدا کئے ہیں۔ لیکن اس نے ہدایت کے لئے جو سبب بنایا ہے تمام انسانوں کو انکی اطاعت و پیروی کا حکم دیا ہے تا کہ ہدایت حاصل کریں اور باقی چیزوں کے لئے جتنے اسباب بنائے ہیں ان کو انسان کے تابع بنایا ہے کہ وہ ان سے استفادہ کرے۔ لہذا آئمہ علیہم السلام کو دوسری چیزوں کے لئے منجملہ اسباب کے قرار دینا انکی توہین ہے فضیلت نہیں ہے فضیلت وہ ہے جس میں تمام انسانوں کو انکا مطیع و تابع فرمان قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور شیخ احمد احسائی کا فلسفہ یونان کی پیروی میں اختراعی اور من گھڑت نور ہے۔ جو خدا کے اندر سے جسے وہ مادہ قرار دیتا ہے اور اس مادہ کو نور کا نام دیکر اس کی شعاعوں کو محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور کہتا ہے۔ اور پھر محمد و آل محمد کے نور کی شعاعوں سے باقی مخلوق پیدا ہوئی۔ باالفاظ دیگر ساری مخلوق ہی خدا کے نور سے پیدا ہوئی۔ لہذا وہ تمام طبقات کو نور ہی کہتا ہے یعنی پہلے مرحلہ میں محمد و آل محمد پیدا ہوئے۔ اور دوسرے مرحلے میں محمد و آل محمد کے نور کی شعاعوں سے ساری کائنات خلق ہوئی۔ اور یہ وحدت الوجود ہے۔ اور کفر ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتابیں۔ ''نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور نوع نبی و امام'' اور ''العقائد الحقہ والفرق بین الشیعہ والشیخیہ''۔

اب ہم، امام جیسا بشر ماننے میں افراط کی صورت کا بیان ختم کرتے ہیں اور اس بات کی

طرف آتے ہیں کہ نمط اوسط اور صحیح راستہ کیا ہے؟

ہم جیسا بشر ماننے میں نمط اوسط (درمیانی طریقہ) اصل حیثیت اور صحیح راستہ کیا ہے؟

اس بات سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ تمام بشر اور انسان یکساں صلاحیت، قابلیت اور استعداد کے مالک نہیں ہوتے کوئی ذہین وفطین ہوتا ہے، کوئی غبی اور کند ذہن، کوئی طاقت ور ہوتا ہے اور کوئی کمزور۔ کوئی شجاع ہوتا ہے اور کوئی بزدل۔ کوئی سخی ہوتا ہے اور کوئی کنجوس۔ کوئی طرح طرح کی ایجادات کا موجد ہوتا ہے اور کوئی ان ایجادات کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتا۔ لیکن ان میں سے کسی کے بشر ہونے یا انسان ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے، علمی میدان میں ابھی ابھی ایسے واقعات منظر عام پر آئے ہیں کہ عقلیں دنگ ہیں، پاکستان کے ایک بچے نے جس کا نام سید مجتبیٰ رضوی ہے انتہائی کم سنی کے عالم میں قرآن مجید حفظ کرلیا اسی طرح ایران میں ایک بچے نے تین چار سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا اور ایسا حفظ کیا کہ اسے فرنٹیر میل کی رفتار سے تر ابیوں میں پڑھنے والے حفاظ سن کر حیران وششدر ہیں ان کا نام سید محمد حسین طباطبائی ہے، جنہوں نے ساری دنیائے اسلام کے حافظوں کو محو حیرت کر دیا ہے۔ لیکن بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ تین چار سال کی عمر میں الف، با، تا، بھی صحیح طور پر نہیں پڑھ سکتے، کیا کہینگے آپ؟ کیا وہ بچہ جس نے اس طرح قرآن مجید حفظ کیا ہے وہ بشر یا انسان نہیں ہے۔ نہیں یہ دونوں بچے بشر ہیں اور انسان ہیں اور اصلی انسان اور بشر ہیں، اسی بات کو پیغمبر اگرامی اسلامؐ کی ایک حدیث میں جسے ہم سابقہ صفحات میں بھی احتجاج طبرسی کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں۔

قل انما انا بشر مثلکم کی تفسیر میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"(اے رسول تم ان منکرین نبوت سے) کہ دو کہ میں بشریت میں تو تم ہی جیسا ہوں لیکن میرے رب نے مجھے نبوت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، اور تمہیں اس نے نبوت عطا نہیں کی ہے، جس طرح وہ بعض بشر کو مال و دولت دیتا ہے، بعض کو نہیں دیتا۔ بعض بشر کو صحت دیتا ہے، بعض کو نہیں دیتا، بعض بشر کو حسن و جمال دیتا ہے بعض کو نہیں دیتا۔ پس تم اس بات کا انکار نہ کرو کہ اس نے مجھے بھی نبوت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور تمہیں نہیں کیا"۔ (احتجاج طبرسی صفحہ نمبر 14)

پیغمبرؐ کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس طرح صحت مند انسان بیمار انسان کی نسبت دوسری نوع نہیں ہوتا، مالدار آدمی غریب آدمی کی نسبت دوسری نوع نہیں ہوتا۔ حسین و جمیل آدمی اس آدمی کی نسبت جو حسین و جمیل نہیں ہے دوسری نوع نہیں ہوتا اسی طرح وہ بشر اور انسان جس کو خدا نے نبوت عطا کی ہے اس بشر اور انسان کی نسبت جس کو خدا نے نبوت عطا نہیں کی دوسری نوع نہیں ہوتا۔

ہاں یہ بات صحیح ہے کہ خدا کسی چلتے پھرتے آدمی کو چاہے وہ چور ہو یا ڈاکو ہو، چاہے وہ شرابی ہو یا زانی اور چاہے وہ ہر طرح کے عیب کا مالک ہو، یونہی چلتے پھرتے اپنی نبوت و رسالت نہیں تھمایا کرتا کہ لو میاں اب تم یہ کام چھوڑ دو یا بشر ہونے کی حیثیت سے یہ کام کرنا چاہو تو کرتے رہنا مگر آج سے تم ہمارا یہ کام کیا کرو کہ لوگوں کے پاس ہمارے احکام اور ہمارا پیغام پہنچا دیا کرو۔

نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس نے خود کہا ہے کہ **"الله اعلم حیث یجعل رسالته"** یعنی اللہ بہتر طور پہ جانتا ہے کہ اس نے اپنی نبوت و رسالت کس مقام پر رکھنی ہے کیونکہ یہ بات صرف وہی جانتا ہے کہ اس نے وحی کو سننے اور سمجھنے کی صلاحیت و قابلیت و استعداد کس میں رکھی ہے، اور سارے ہی ہادیان دین یعنی انبیاء و رسل اور آئمہ معصومین اس قابلیت

وصلاحیت واستعداد کے حامل تھے۔غیر از نبی ورسول وامام میں اس قابلیت وصلاحیت واستعداد کا ذکر صرف حضرت مریم اور حضرت طالوت کے لئے آیا ہے۔اور یہ دونوں نبی یا رسول اور امام نہ تھے۔اس قابلیت وصلاحیت واستعداد کا نام اس نے ''اصطفٰے'' رکھا ہے جیسا کہ فرمایا:

''ان اللہ اصطفٰے آدم ونوحاً وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین ذریة بعضها من بعض''.

بیشک اللہ نے اصطفٰے کیا ہے آدم کا اور نوح کا اور آل ابراھیم کا اور آل عمران کا یہ بعض بعض کی ذریت ہیں۔اصطفٰے کا معنی چننا کیا جاتا ہے۔لیکن چنی تو وہی چیز جاتی ہے جو اچھی ہو،اور نبوت کے لئے وہی چیز چنی جائیگی جس میں وحی کے سننے اور سمجھنے کی قابلیت وصلاحیت واستعداد ہو۔

یقیناً حضرت آدم بشر تھے اور پہلے انسان تھے اور تمام انسانوں کے جداعلیٰ تھے اور خدا کے مصطفٰے بندے تھے۔خدانے ان سے وحی کے ذریعہ جتنی باتیں کیں وہ اسی صلاحیت وقابلیت واستعداد کی وجہ سے کی۔اس وحی کو تربیتی وحی یا ادب سکھانے والی وحی یا آگاہی بخشنے والی وحی یا ذاتی طور پر تعلیم دینے والی وحی کہتے ہیں یہ دوسرے انسانوں کو پیغام پہنچانے یا احکام پہنچانے والی وحی نہیں ہوتی۔اور حضرت آدم جنت میں رہتے ہوئے منزل اصطفٰے پر تو فائز تھے یعنی وہ خدا کی وحی کو سنتے اور سمجھتے تھے لیکن وہ جنت میں رہتے ہوئے منزل اجتبٰے پر فائز نہ تھے لہذا ان سے لغزش ہوگئی اور اس درخت کا پھل کھا بیٹھے جس کے کھانے سے خدا نے منع کی تھا اور پھر اسکا نتیجہ بھگتا۔اصطفٰے کے بعد اجتبٰے کی منزل ہے آدم جنت سے اجتبٰی کی منزل پر فائز ہو کر نکلے۔جس میں خدا اپنے مجتبٰے بندوں کو ہر آن ہدایت کرتا رہتا ہے انکی تربیت انکی تادیب اور انکو لغزشوں سے بچانے کی ہر تدبیر کرتا رہتا ہے۔اور ایک آن کے

لئے بھی انہیں ان کے نفس کے حوالہ نہیں کرتا۔اسی لئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس بات کی خدا سے پناہ مانگی ہے کہ وہ انہیں ایک آن کے لئے بھی انکے نفس کے حوالے کرے۔ یہی اجتبٰے انبیاء ورسل، ہادیان دین اور آئمہ معصومین کو لغزش سے بچاتی ہے اور انہیں معصوم رکھتی ہے۔اس خدائی نگرانی کے بغیر آدم کا ممنوع پھل کھانا دیکھو اور یونس کا غضبناک ہو کر جانا دیکھو۔

پس ثابت ہوا کہ انبیاء ورسل اور ھادیان دین منزل اجتبٰے پر فائز ہونے کی وجہ سے معصوم تو ہوتے ہیں لیکن عصمت انکی ذات کا جزو لاینفک نہیں ہے اور نہ ہی انکا علم انکی خمیر میں گوندھا گیا ہے اور نہ ہی وہ ایسا ہے جیسا کہ نمک میں نمکینی اور روغن میں چکنائی یعنی انکا عین ذات جیسا کہ مذہب شیخیہ کا عقیدہ ہے اور جیسا کہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا عبدالرسول احقاقی نے اپنی کتاب ''ولایت از دیدگاہ قران'' میں لکھا ہے اور شیخی مبلغین ہماری مجالس میں منبروں کے اوپر بے تکی دلائل کے ساتھ بیان کررہے ہیں۔مزید تفصیل کے لئے ہماری شیخیت کی رد میں لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کریں۔

وما علینا الا لبلاغ

احقر

سید محمد حسین زیدی برستی

فہرست

مئولف کی تالیفات ایک نظر میں

1	شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں	مطبوعہ	ختم شد
2	ترجمہ تنبیہ الانام بر مفاسد ارشاد العوام	مطبوعہ	ختم شد
3	شیعہ جنت میں جائینگے مگر کونسے شیعہ	مطبوعہ	ختم شد
4	شیعہ علماء سے چند سوال	مطبوعہ	ختم شد
5	نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نوع نبی وامام	مطبوعہ	60روپے
6	شیخیت کیا ہے اور شیخی کون	مطبوعہ	60روپے
7	العقائد الحقیہ والفرق بین الشیعۃ والشیخیہ	مطبوعہ	110روپے
8	خلافت قرآن کی نظر میں	مطبوعہ	45روپے
9	ولایت قرآن کی نظر میں	مطبوعہ	110روپے
10	امامت قرآن کی نظر میں	مطبوعہ	110روپے
11	تبصرۃ المھوم علیٰ اصلاح الرسول والیضاح الموھوم	مطبوعہ	35روپے
12	حکومت الٰہیہ اور دنیاوی حکومتیں	مطبوعہ	55روپے
13	فلسفہ تخلیق کائنات درنظر قرآن	مطبوعہ	35روپے
14	شیعہ اور دوسرے اسلامی فرقے	مطبوعہ	100روپے
15	شعار شیعہ اور رمز تشیع کیا ہے اور کیا نہیں ہے؟	مطبوعہ	40روپے
16	بشریت انبیاء ورسل کی بحث	مطبوعہ	15روپے
17	سوچئے کل کیلئے کیا بھیجا ہے	مطبوعہ	ھدیۃً
18	معجزہ اور ولایت تکوینی کی بحث	غیر مطبوعہ	
19	شیخیت کا شیعیت اور شیعہ علماء سے ٹکراؤ	غیر مطبوعہ	
20	شیعہ عقائد کا خلاصہ اور انکا فلاسفہ وصوفیہ وشیخیہ کے عقائد سے مقابلہ	غیر مطبوعہ	
21	اسلام پر سیاست وفلسفہ وتصوف کے اثرات	غیر مطبوعہ	
22	عظمت ناموس رسالتؐ	غیر مطبوعہ	
23	عظمت ناموس صحابہؓ	غیر مطبوعہ	
24	الشیخیۃ الاحقاقیۃ ھم المفوضۃ المشر کون فارسی	غیر مطبوعہ	
25	تحفہ اشرفیہ بجواب تحفہ حسینیہ	غیر مطبوعہ	